﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿...اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿...عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾(بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: نصیر احمد قمر

جلد25 | جمعۃ المبارک 22/جون 2018ء | 07/شوّال 1439 ہجری قمری | 22/احسان 1397 ہجری شمسی | شمارہ25

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرے دو ساتھی بھوک اور فاقوں سے ایسے بدحال ہوئے کہ سماعت اور بصارت بھی متأثر ہوگئی۔ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا تو آپؐ نے کمال کشادہ دلی سے اپنا مہمان بنالیا۔گھر لے گئے اور فرمایا یہ تین بکریاں ہیں ان کا دودھ پیئو۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

اس وقت اللہ نے اپنے مسیح کو اس جنگ کے لئے بھیجا تا کفر کی ظلمات کو کافور کردے اور ظالموں کو نیزے اور تلوار کے وار سے نہیں بلکہ حجت کی رو سے نابود کردے اور تا کافروں کی جڑ کاٹ دے اور تا لوگ باہم مخالف ہوجانے کے بعد پھر اتحاد اور فنا کی طرف لوٹ آئیں۔

خطبہ الہامیہ کے متعلق حاشیہ

آدم اور مسیح موعود میں کیا فرق ہے

’’اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تا انسانوں کو عدم سے وجود کی طرف اور وحدت سے کثرت کی طرف لے آئے۔اس نے انہیں مختلف خاندانوں، قبیلوں، گروہوں اور جماعتوں کی صورت میں بنایا تا قدرت کے رنگ دکھائے اور آزمائے کہ ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے اچھا اور سابقین میں سے ہے۔اللہ نے آدم کو اپنی اس صفت الاوّل کا جو مبدءِ عالم ہے، مظہر بنایا جیسا کہ کتابِ مبین میں اس کا ارشاد ھُوَ الۡاَوَّلُ آیا ہے۔اور اس وجہ سے کہ اوّلیت اپنے بعد کچھ اور کا تقاضا کرتی ہے نفسِ آدم نے بھی بہت سے مردوں اور عورتوں کا تقاضا کیا۔پس حکم نازل ہوا اور عورتوں کی بہت اولاد ہوئی اور لوگ بکثرت ہو گئے اور زمین مخلوقات سے بھر گئی۔پھر ان پر زمانہ طُول پکڑ گیا اور ان کے گروہ اور ان کی آراء بہت زیادہ ہوگئیں اور ان کی تمنائیں اور خواہشیں باہم مخالف ہوگئیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہو گئے۔نتیجتًا ان میں سے بعض بعض دوسروں پر حملہ کرنے لگے اور وہ فسق اور سرکشی میں بڑھ گئے۔انہوں نے چاہا کہ ان میں سے طاقتور کمزور کو کھاجائے جیسا کہ ایک کیڑا دوسرے کیڑے کو کھا جاتا ہے اور وہ غافل تھے۔یہاں تک کہ جب ان میں ہر وہ گمراہی جمع ہوگئی جو زمانۂ مسیح موعود کے لوازم میں سے تھی اور اسلام پر ہر قسم کی مصیبت ٹوٹ پڑی اور وہ زندہ در گور کی طرح ہو گیا۔زمانہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور تاریکیوں میں راتوں کی مانند ہو گیا اور زمانہ نے اس جنگ کا تقاضا کیا جو جنگوں میں سے آخری ہے۔☆ [☆حاشیہ۔اللہ نے ازل سے ہی یہ مقدر فرما رکھا تھا کہ شیطان اور انسان کے مابین دو مرتبہ سخت جنگ ہوگی۔ایک مرتبہ شروع زمانہ میں اور دوسری مرتبہ آخری زمانہ میں۔پس جب ان دو جنگوں میں سے پہلی کا وقت آیا تو شیطان نے، جو قدیمی اژدہا ہے، حوّا کو گمراہ کردیا اور آدم کو جنت سے نکلوا دیا اور ابلیس نے اپنی مَن چاہی مراد کو پالیا اور غالب آنے والوں میں سے ہو گیا۔اور جب آخرت والے وعدہ کا وقت آیا تو اللہ نے چاہا کہ پھر آدم کو ابلیس اور اس کی فوج پر غلبہ عطا کرے اور اپنی جناب سے عطا کئے ہوئے حربہ سے اس دجّال کو قتل کرے تو اس نے مسیح موعود کو، جو ایک معنی سے آدم ہے، پیدا کیا تا وہ اس اژدہے کو اور اس کی سرکشی کو تباہ و برباد کردے۔پس مسیح کی آمد لازم تھی تا آخر کار فتح آدم کی ہو اور یہ پورا ہو کر رہنے والا وعدہ تھا۔اللہ پاک اپنے قول اِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ (یقیناً تُو مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہے۔الاعراف:16) میں اس عظیم فتح اور اس قدیم دجال یعنی شیطان کے قتل کی طرف اشارہ فرما چکا ہے۔یعنی تیری کلیۃً بیخ کنی کا اور جو تُو طرح طرح کے شرک، کفر اور فسق کے ذریعہ غلبہ پاچکا ہے اس کو تباہ کرنے کا کام صرف آخری زمانہ میں اور امام الزمان مسیح کے وقت میں ہی ہوگا۔اگر تُو عقلمندوں میں سے ہے تو سمجھ لے۔منہ] پس اس وقت اللہ نے اپنے مسیح کو اس جنگ کے لئے بھیجا تا کفر کی ظلمات کو کافور کردے اور ظالموں کو نیزے اور تلوار کے وار سے نہیں بلکہ حجت کی رو سے نابود کردے اور تا کافروں کی جڑ کاٹ دے اور تا لوگ باہم مخالف ہوجانے کے بعد پھر اتحاد اور فنا کی طرف لوٹ آئیں۔ پس اس مقام سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود ان صفات میں اسی طرح آدم کے بالمقابل ہے جیسا کہ خواص اور تاثیرات میں ایک مخالف چیز دوسری کے بالمقابل ہوتی ہے۔یقیناً اس میں متقیوں کے لئے ایک نشان ہے۔پھر واضح ہو کہ آدم اور مسیح موعود کے درمیان یہ تضاد مخفی یا محض نظریہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک واضح ترین بات اور روشن ترین بدیہیات میں سے ہے۔آدم اس لئے آیا تھا تا نفوس کو اس دنیاوی زندگی کی طرف نکال لائے اور ان کے درمیان اختلاف اور عداوت کی آگ بھڑکائے۔جب کہ تمام امتوں کا مسیح اس لئے آیا ہے تا انہیں پھر فنا کے گھر کی طرف لوٹادے اور ان کے درمیان سے اختلاف، باہمی جھگڑے اور دشمنی کو اور تفرقہ اور انتشار کی اصل کو اٹھادے اور انہیں اتحاد، فنا، نفیٔ غیر اللہ اور خالص دوستی کی طرف لے آئے۔مسیح موعود اللہ کے نام اَلۡاٰخِرُ کا مظہر ہے جو کہ سلسلہ مخلوقات کا خاتم ہے۔جس کی طرف ارشادِ خداوندی ھُوَ الۡاٰخِرُ میں اشارہ کیا گیا ہے۔کیونکہ یہ نام کائنات کی انتہا کی علامت ہے اس لئے مسیح کے نفس نے موت کے ذریعہ سلسلۂ کثرت کے خاتمہ کا تقاضا کیا یا متعدد مذاہب کو ایک ایسے دین کی طرف واپس لے آنے کا تقاضا کیا جس میں خواہشات اور ارادوں کے اعتبار سے نفوس کی موت ہو اور جس میں فطری شریعت پر چلانا ہو جو الٰہی مصلحتوں کے تحت جاری و ساری ہے اور جس میں نفس کی خواہشات کے میلان کے نتیجے میں عفو و انتقام اور محبت و عداوت سے لوگوں کو نجات دلانا ہو۔کیونکہ فطرتی شریعت، جو تمام قوائے انسانیہ کو کام میں لاتی ہے وہ اس بات پر راضی نہیں ہوتی کہ صرف کسی ایک قوت کی خادم بنے اور نہ ہی انسانی اخلاق کو محض عفو کے دائرہ میں یا محض انتقام کے دائرہ میں مقید کرتی ہے بلکہ اسے ایک ناپسندیدہ خُلق خیال کرتی ہے۔اور ہر قوت کو حسبِ موقع مصلحت اور تقاضائے ضرورت کے مطابق اس کا پورا حق دیتی ہے اور وقتی مصلحتوں کے تغیرات کے مطابق عفو و انتقام اور خالص دوستی و دشمنی کا حکم بدلتی رہتی ہے۔یہ ہے نفس اور خواہشات اور جذبات نفسانیہ کی موت اور فانی لوگوں میں شامل ہوجانا۔‘‘

(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 189 تا 193۔شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ربوہ)

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ بتاریخ 24 مئی 2018ء بروز جمعرات 11 بجے صبح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محمود ہال (مسجد فضل لندن) میں تشریف لا کر مکرمہ امینہ بی بی کلیم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد ظفر کلیم صاحب (واٹفورڈ۔ یُوکے) **کی نماز جنازہ حاضر** اور کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر:

مکرمہ امینہ بی بی کلیم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد ظفر کلیم صاحب (واٹفورڈ۔ یُوکے)

22 مئی 2018ء کو 81 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے والد اوائل عمر میں پارٹیشن کے دوران شہید ہوگئے تھے اور آپ نے اپنی والدہ اور دو بھائیوں کی کفالت کا فرض نبھایا۔ مرحومہ کا تعلق کوٹلی آزاد کشمیر سے تھا اور 1970ء میں پاکستان سے یوکے شفٹ ہوئیں اور واٹفورڈ میں رہائش اختیار کی۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، دعا گو، چندہ جات میں باقاعدہ، بہت نیک خاتون تھیں۔ مساجد کی تعمیر کے لئے بھی مالی قربانی پیش کرتی تھیں۔ آپ نے حج اور عمرہ کی بھی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور 12 پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

1۔ مکرمہ حنیفہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم عنایت اللہ صاحب شہید گوجرانوالہ (آسٹریلیا)

5 مئی 2018ء کو بریسبن میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے میاں مکرم عنایت اللہ صاحب کو 2 جون 1974ء میں گوجرانوالہ میں شہید کردیا گیا تھا۔ مرحومہ نے بڑی محنت سے بچوں کی پرورش کی اور انہیں ہمیشہ دین سے جوڑے رکھا۔ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور غریب رشتہ داروں کی ضرورتوں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ غربا کی مدد ان کا طرہ امتیاز تھا۔ بڑی ملنسار، مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

2۔ مکرم قریشی محمد حفیظ صاحب (سابق کارکن دارالذکر۔ لاہور)

15 اپریل 2018ء کو 80 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے دادا حضرت غلام قادر صاحبؓ اور نانا حضرت منشی مہر دین صاحبؓ دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم شفیع محمد عابد صاحب قادیان میں درویش تھے اور آپ کے بھتیجے مکرم فضل اللہ صاحب اس وقت نائب ناظر نشرو اشاعت قادیان ہیں۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے بیٹے مکرم عمران احمد صاحب ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے شعبہ لائبریری و آرکائیو میں بطور Volunteer خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔ آپ کے دو پوتے جامعہ احمدیہ ربوہ میں زیر تعلیم ہیں۔

3۔ مکرم داؤد احمد صاحب (پشاور)

27 اپریل 2018ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے بطور قائد خدام الاحمدیہ اور ناظم انصار اللہ ضلع پشاور خدمت کی توفیق پائی۔ 1974ء کے پُرآشوب دور میں آپ کی دکان وغیرہ جلادی گئی تھی۔ بڑے صابر و شاکر انسان تھے۔ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں 7 بیٹیاں اور 2 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

4۔ مکرمہ ناصرہ اختر صاحبہ اہلیہ مکرم امان اللہ خان صاحب (بنگلہ دیش)

27 فروری 2018ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ انتہائی نیک، صوم وصلوٰۃ کی پابند، غریب پرور، غیر معمولی صفات کی حامل، بہت نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھیں۔ پیشہ کے لحاظ سے ٹیچر تھیں اس وجہ سے کثرت سے احمدی اور غیر احمدی بچوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

5۔ مکرمہ عذرا دلدار صاحبہ اہلیہ مکرم دلدار احمد صاحب (حلقہ بٹالہ کالونی۔ فیصل آباد)

21 مارچ 2018ء کو 73 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، خلافت سے گہری محبت رکھنے والی، غریب پرور، مہمان نواز اور نیک خاتون تھیں۔ چندہ جات میں باقاعدہ تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

... ...

... مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ بتاریخ 26 مئی 2018ء بروز ہفتہ 11 بجے صبح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر مکرم محمود احمد ملک صاحب (گلاسگو۔ یوکے)، مکرمہ امینہ بلقیس وہاب صاحبہ اہلیہ مکرم پروفیسر عبد الوہاب صاحب مرحوم (لندن) اور کرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الکریم صاحب (نارتھ لندن) **کی نماز جنازہ حاضر** اور کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر:

1۔ مکرم محمود احمد ملک صاحب (گلاسگو۔ یوکے)

21 مئی 2018ء کو بعارضہ کینسر 72 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم ملک غلام حسین صاحب آف کوئٹہ کے فرزند تھے۔ گلاسگو کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ آپ کو گلاسگو جماعت میں سیکرٹری مال، سیکرٹری ضیافت کے علاوہ بعض اور خدمتوں کی بھی توفیق ملی۔ جماعت کے مہمانوں کی خدمت کرنے میں دلی خوشی محسوس کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے بعد سیر کے لئے جانے والے مرکزی وفود کو اپنے گھر میں رہائش مہیا کیا کرتے تھے۔ نمازوں کے پابند، اطاعت گزار، خلافت کے ساتھ گہرا محبت کا تعلق رکھنے والے نیک اور مخلص انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بچے اور آٹھ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

2۔ مکرمہ امینہ بلقیس وہاب صاحبہ اہلیہ مکرم پروفیسر عبدالوہاب صاحب مرحوم (لندن)

23 مئی 2018ء کو 91 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم ڈاکٹر عبدالحمید چغتائی صاحب کی بیٹی اور محترم حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کی پوتی تھیں۔ بہت خوبیوں کی مالک، دعا گو، نیک اور باوفا خاتون تھیں۔ خلافت کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ سب بچوں کی بڑی اچھی تربیت کی۔ ہمیشہ انہیں نیک کاموں کی تلقین کرتی رہتی تھیں۔ پسماندگان میں آٹھ بچے اور متعدد پوتے پوتیاں اور پڑپوتے پڑپوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم عقیل میاں صاحب (Solicitor) کی والدہ تھیں۔

3۔ مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبدا لکریم صاحب (نارتھ لندن)

19 مئی 2018ء کو 68 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق بنگلہ دیش سے تھا۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھیں۔ جماعت سے مخلصانہ تعلق رکھتی تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم غلام اعظم صاحب بنگلہ ڈیسک میں طوعی خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

1۔ مکرم شیخ حبیب احمد صاحب ابن مکرم شیخ دیدار احمد صاحب (ڈرائیور نظارت امور عامہ قادیان)

18 مئی 2018ء کو ایک کار حادثے میں 32 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آٹھ سال سے بطور ڈرائیور نظارت امور عامہ قادیان میں خدمت بجالارہے تھے۔ بہت اچھے اخلاق کے مالک، ملنسار، اطاعت گزار اور خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہنے والے ایک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ ان کی خوش خلقی اور ملنساری کا اعتراف غیر مسلم پڑوسی بھی کرتے تھے۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت پیار اور عقیدت کا تعلق تھا۔ انجمن کی ملازمت شروع کرنے کے چند سال بعد زندگی وقف کی لیکن خدمت کے جذبہ سے ایسے لگتا تھا کہ آپ پہلے سے ہی واقف زندگی ہیں۔ دفتری اوقات کے بعد بھی اگر کام کے لئے بلایا جاتا تو فوراً حاضر ہوجاتے۔ کام سے فارغ ہوتے تو سیکیورٹی وغیرہ کی ڈیوٹی بھی بڑے شوق سے بجالاتے تھے۔ اسی

باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 دسمبر 2016ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت مَیں دو نکاحوں کے اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ مدیحہ عروج ملک واقفۂ نو بنت مکرم خالد محمود ملک صاحب ناروے کا ہے جو عزیزم شہزاد احمد ڈار واقف نو ابن مکرم اسحاق ڈار صاحب کے ساتھ پندرہ ہزار آسٹریلین ڈالرز حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:

دوسرا نکاح عزیزہ شفاعہ طارق بنت مکرم شیخ طارق انور صاحب لندن کا ہے جو عزیزم ساجد احمد ابن مکرم ڈاکٹر احسان اللہ خان صاحب مانچسٹر کے ساتھ چھ ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:

نکاح شادی کے موقع جہاں خوشی کے موقع ہیں وہاں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس رشتہ کو نبھانے کے لئے، پورا کرنے کے لئے کچھ احکامات بھی دیئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان حکموں کو مانتے ہیں، ان باتوں کو مانتے ہیں ان کو کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں۔ پس کامیابی سے اگر زندگی گزارنی ہے، رشتوں کو نبھانا ہے پھر اللہ اور رسول کی بات ماننی ہوگی۔ اور جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے، جس کا بار بار ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسی سے پھر ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کا خیال رکھنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اسی سے ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اسی سے ایک دوسرے پر اعتماد قائم کرنے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور دنیا کی بجائے دین کی طرف نظر رہتی ہے۔

پس لڑکے کو بھی، لڑکی کو بھی ہمیشہ ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری مثال اس میں سب سے بڑھ کر ہے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ خاوند نے بیوی کے حق ادا کرنے ہیں اور بیوی نے جو اس کی ذمہ داریاں ہیں وہ ادا کرنی ہیں۔ بجائے دنیاوی لالچوں کے، بجائے چھوٹی چھوٹی خواہشات کے پورا نہ ہونے پر رنجشیں پیدا کرنے کے بڑی چیزوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے، بڑی خواہشات کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ چیز دیکھنی چاہئے کہ ہم کس طرح اللہ اور رسول کی بات مان کر دین کے لئے مفید وجود بن سکتے ہیں۔ کس طرح ہم اپنی اگلی نسلوں کو دین پر قائم رکھ سکتے ہیں۔

پس یہ قائم ہونے والے رشتے ان باتوں کا خیال رکھیں۔ پرانے احمدی ہیں جن کے یہ رشتے قائم ہو رہے ہیں۔ اور ان میں پہلا رشتہ جو ہے وہ دونوں لڑکا اور لڑکی واقف نَو ہیں۔ ان کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہمیں ہمارے ماں باپ نے وقف کیا تھا جس کو ہم نے دوبارہ Renew کیا، جس کی بڑے ہو کر تجدید کی، اور اس وقف کو ہم نے نبھانا ہے۔ اور وقف زندگی جو ہے یا وہ جو عہد کرتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی اب خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر گزارنی ہے، اس کے دین کی خاطر گزارنی ہے۔ اس کو سب سے زیادہ ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

اللہ کرے کہ یہ قائم ہونے والے رشتے ہر لحاظ سے بابرکت بھی ہوں اور اُن تمام باتوں پر عمل کرنے والے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول نے بتائی ہیں تا کہ کامیابیاں ان کی زندگیوں کا حصہ بنی رہیں۔ اب دعا کرلیں۔

(مرتبہ:۔ ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

☆...☆...☆

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے

10/جون 1988ء کو دیا گیا

اَئِمَّۃُ التکفیر کو مباھلہ کا کھلا چیلنج اور اس کے عظیم الشان نتائج

نصیر احمد قمر

(تیسری قسط)

جنرل ضیاء الحق سے متعلق نشان

حکومتِ پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق نے برسرِ اقتدار آنے کے چند ہفتے بعد ہی احمدیت کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے فخریہ بیان دیا کہ ’’ہم قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے چکے ہیں۔‘‘

(نوائے وقت 13/ستمبر 1977ء صفحہ 4)

6 تا 8 اکتوبر 1978ء کو ضیاء حکومت کے زیرِ اہتمام پہلی ایشیائی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی جس میں احمدیوں کے غیر مسلم ہونے اور ان کے بائیکاٹ کرنے کی قرارداد منظور کی گئی۔

(مطبوعہ رپورٹ کانفرنس صفحہ 69 تا 71)

24/ مارچ 1981ء کو جنرل ضیاء نے عبوری آئین کے لئے ایک نئی شِق کا اضافہ کر کے وضاحت کی کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

30/مئی 1981ء کو ضیاء حکومت نے تفسیر صغیر کو ضبط کر لیا جس کے بعد مخالف احمدیت سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا۔

18/نومبر 1983ء کو جنرل ضیاء نے بیان دیا کہ میں قادیانیوں کو کافر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔

(روزنامہ جنگ 18 دسمبر 1983ء)

اس پسِ منظر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے عہد خلافت کے دوسرے جلسہ سالانہ (دسمبر 1983ء) کے موقع پر اپنی ایک پُرشوکت نظم میں جو اِنذار فرمایا وہ بعد میں حیرت انگیز طور پر ایک نشان کی صورت میں پورا ہوا۔ آپ نے فرمایا:

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جَور ٹَل جائے گی
آہِ مومن سے ٹکرا کے طُوفان کا، رُخ پلٹ جائے گا، رُت بدل جائے گی
تُم دعائیں کرو یہ دُعا ہی تو تھی، جِس نے توڑا تھا سَرِ کِبرِ نمرود کا
ہے ازل سے یہ تقدیرِ نمرودیت، آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی
یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا
آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی
ہے ترے پاس کیا گالیوں کے سوا، ساتھ میرے ہے تائیدِ ربّ الوریٰ
کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دعا، آج بھی اِذن ہو گا تو چل جائے گی
دیر اگر ہو تو اندھیر ہرگز نہیں، قولِ اُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْن
سُنّت اللہ ہے، لَا جَرَمَ بِالْیَقِیں، بات ایسی نہیں جو بدل جائے گی

19/ دسمبر 1983ء کو جنرل ضیاء نے ایک غضب آلود بیان میں احمدیوں کو منافقین اور مشرکین قرار دیتے ہوئے دھمکی دی کہ انہیں ختم نبوّت یا نظریہ اسلام سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(روزنامہ جنگ لاہور 20/دسمبر 1983ء)

اگلے سال 17/ فروری 1983ء کو ایک خاص سازش کے تحت اسلم قریشی کی پُراسرار گمشدگی کا ڈھونگ رچایا گیا اور اس کے اغوا اور قتل کی تہمت جماعتِ احمدیہ کے مقدس امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ پر لگائی گئی۔ (یہ شخص 12/ جولائی 1988ء کو ڈرامائی انداز میں واپس آ گیا۔ اس کی تفصیل الگ بیان ہو چکی ہے۔)

15/اپریل 1984ء کو جنرل ضیاء الحق نے لاہور میں ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو اپنے عقائد کی تشہیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر انہوں نے اپنی تبلیغ بند نہ کی تو ان کے خلاف سخت اقدامات کئے جائیں گے۔ ان کے اخبار و رسائل اور کتب ضبط کر لی جائیں گی۔

(ڈان کراچی، نوائے وقت لاہور، جنگ لاہور، مشرق لاہور 15/اپریل 1984ء)

26/اپریل 1984ء کو جنرل ضیاء نے جماعت احمدیہ کے خلاف بدنامِ زمانہ صدارتی آرڈیننس نمبر 20 نافذ کر دیا جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

ضیاء حکومت کی وسیع اور خطرناک سازش کو پاش پاش کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خداتعالیٰ کے فرشتوں کے جلو میں بخیریت 30/اپریل 1984ء کو انگلستان پہنچ گئے۔

اس رُسوائے عالَم آرڈیننس کے بعد جنرل ضیاء کے دَور میں پاکستان کے احمدیوں پر قافیۂ حیات مزید تنگ کر دیا گیا۔ اذانیں بند کر دی گئیں۔ کلمہ طیبہ پڑھنے، لکھنے اور اس کے بَیج اپنے سینوں پر آویزاں کرنے کی پاداش میں بہت سے مظلوم احمدی جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے۔ جماعت کی متعدد کتابوں پر پابندی لگا دی گئی۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ کو سربمہر کر دیا گیا۔ روزنامہ الفضل کو بند کر دیا گیا۔ جلسہ سالانہ اور دوسرے اجتماعات بھی ختم کر دیئے گئے۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا گیا۔

....

جنرل ضیاء کی ہرزہ سرائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی زبردست پیشگوئی

جنرل ضیاء نے 8/ دسمبر 1984ء کو قومی سیرت کانفرنس میں جماعت احمدیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ’’مَیں ان تمام لوگوں کو جو غلط راستے پر ہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ کلمہ پڑھیں۔ اسلام کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔ ختم نبوت پر ایمان لے آئیں۔ اور قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب سمجھیں۔ اگر یہ لوگ ایسا کر لیں تو مَیں انہیں سینے سے لگانے کے لیے تیار ہوں‘‘۔

نیز کہا ’’ملک میں اقلیتیں محفوظ ہیں لیکن مشرکین کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔‘‘

(روزنامہ مشرقِ ایوننگ اسپیشل کراچی 8/دسمبر 1984ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کے جواب میں 14/ دسمبر 1984ء کو مسجد مبارک ہالینڈ میں ایک باطل شکن اور جلالی خطبہ ارشاد فرمایا اور بتایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ پر یہ الزام کہ (نعوذ باللہ من ذالک) وہ گستاخ رسول ہیں اس سے زیادہ جھوٹا، بہیمانہ اور ظالمانہ الزام اور کوئی نہیں لگایا جا سکتا۔ نیز یہ پُرشوکت پیشگوئی فرمائی کہ:۔

’’خداتعالیٰ کی عظمت کی قسم کھا کر ہم کہتے ہیں، خدا کے جتنے بھی مقدّس نام ہیں ان سب ناموں کی قسم کھا کر کہتے ہیں، ان ناموں کی بھی جو دنیا کو معلوم ہیں اور ان مقدّس ناموں کی بھی جن کی کُنہ اور جن کی انتہا کا کسی کو کوئی علم نہیں کہ ہم حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پاؤں تک عاشق ہیں۔ آپؐ کے قدموں کی خاک کے بھی عاشق ہیں۔ اس زندگی پر ہم لعنت بھیجتے ہیں جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے عاری ہو۔ اگر یہ الزام سچ ہے تو اے خدا! ہم پر بھی لعنتیں نازل فرما اور ہماری نسلوں پر قیامت تک لعنتیں کرتا چلا جا کیونکہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے دُوری کا ہم کوئی تصوّر نہیں کر سکتے۔ یہی وہ لعنت ہے، اس لعنت کو ہم کسی قیمت پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور اگر یہ جھوٹ ہے تو پھر قرآن کریم کی زبان سے زیادہ مَیں اور کوئی زبان استعمال نہیں کرتا کہ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ اب یہ آسمان کا خدا بتائے گا اور آنے والی تاریخ بتائے گی کہ آسمان کس پر لعنتیں برسا رہا ہے اور کس پر رحمتیں نازل فرماتا ہے؟ کس کو عزت اور شرف سے یاد رکھا جاتا ہے اور کس کو ذلّت اور نامرادی کے ساتھ یاد رکھا جاتا ہے؟...‘‘

اسی طرح فرمایا:

’’جماعت احمدیہ تو خداتعالیٰ کے فضل سے ایک والی رکھتی ہے، ایک ولی رکھتی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ایک مولا ہے اور زمین و آسمان کا خدا ہمارا مولا ہے۔ لیکن مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولا نہیں۔ خدا کی قسم جب ہمارا مولا ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام و نشان مٹا دیئے جائیں گے اور ہمیشہ دنیا تمہیں ذلّت اور رُسوائی کے ساتھ یاد کرے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشقِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمیشہ روز بروز زیادہ سے زیادہ عزت اور محبت اور عشق کے ساتھ یاد کیا جایا کرے گا۔‘‘

جہاں تک صدر پاکستان کی طرف منسوب بیان کے اس حصہ کا تعلق تھا کہ احمدیوں کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو ملک چھوڑ جاؤ یا پھر سیدھی طرح کلمہ پڑھ کر مسلمان بن جاؤ تو ہم تمہیں چھاتی سے لگا لیں گے۔ اس کا بھی حضور رحمہ اللہ نے بہت پُرزور، مدلّل اور باطل شکن جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

’’احمدیوں کو کہا جا رہا ہے کہ وطن چھوڑ دو۔ اور پھر اگلی بات ورنہ کلمہ پڑھ لو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ کلمہ پڑھنے کے نتیجے میں تو مارے جا رہے ہیں ابھی تک بے چارے، اس جرم میں تو وہ سزائیں دیئے جا رہے ہیں کہ کلمہ کیوں پڑھتے ہیں؟ اسی جرم کی پاداش میں جیلیں بھر رہے ہو تم کہ احمدی کلمہ کیوں پڑھتے ہیں اور سیاہیاں پھِروا رہے ہو۔ یہ وہ اسلامی حکومت ہے جو اسلام کے نام پر قائم کی گئی تھی اور اب اسلام ہی کے نام پر کلمے مٹانے پر لگی ہوئی ہے...۔ کلمہ مٹانے والے تو تم ہو، کلمہ کو سینے سے لگانے والے تو ہم ہیں اور ہمیں کون سا کلمہ پڑھوانا چاہتے ہو؟ تمہارا کلمہ تو ہم نہیں پڑھیں گے۔ تمہارے مُلّاؤں کا کلمہ تو ہم نہیں پڑھیں گے۔ ہماری زبانیں گُدّی سے کھنچوا دو اگر کھنچوانے کی طاقت ہے۔ ہماری گردنیں کاٹ دو اگر کاٹنے کی طاقت ہے۔ ہمارے اموال تلف کر دو اگر تلف کرنے کی طاقت ہے۔ مگر خدا کی قسم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھیں گے اور تمہارا کلمہ نہیں پڑھیں گے۔ ایک بھی احمدی ماں یا بیٹا نہیں ہے، ایک جوان یا بوڑھا نہیں ہے جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو چھوڑ کر کسی صدر مملکت، کسی سربراہِ حکومت کا کلمہ پڑھ لے۔ اس لئے اُن سے کلمے پڑھواؤ، اُن کو چھاتیوں سے لگاؤ جن کو تمہاری چھاتیوں سے لگنے کی پرواہ ہے۔ جو مرتے ہیں کہ کسی طرح تمہاری چوکھٹ تک پہنچیں اور سجدے کریں تمہاری حکومت کو۔ ہمیں تو اِن چھاتیوں کی کوئی پرواہ نہیں جن چھاتیوں میں جھوٹ ہے، جن چھاتیوں میں بُغض ہے، جن چھاتیوں میں کوئی انسانی قدر باقی نہیں رہی۔ ہم کیسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کی چھاتی کو چھوڑ کر تمہاری چھاتی سے لگنا گوارا کریں؟

کیسی دھمکی ہے! کیا لالچ ہے! اس قوم کو تو چھاتی سے لگاتے نہیں جو تمہارے نزدیک وہی کلمہ پڑھ رہی ہے جو تم پڑھ رہے ہو۔ اس قوم کی عزت سے تو کھیل رہے ہو جس قوم سے تمہارا کوئی مذہبی اختلاف نہیں ہے۔ وہ کونسی چھاتیاں تھیں جن کو تم نے چھلنی کیا سندھ میں، جن کو بلوچستان میں چھلنی کیا، جن کو پنجاب اور صوبہ سرحد میں چھلنی کیا؟ کیوں کیا؟ کیا وہ، وہ کلمہ نہیں پڑھتی تھیں جو تم سمجھتے ہو کہ تم پڑھتے ہو؟ پھر کس جرم اور کس کی سزا میں تم نے ان پر یہ مظالم روا رکھے اور بعض گلیوں کو خون سے بھر دیا؟ بڑوں کے خون لئے، بچوں کے خون لئے، جوانوں کے خون لئے، عورتوں کو شدید اذیت ناک مصیبتوں قیدوں میں مبتلا رکھا اور ان کی بے عزتیاں کروائی گئیں۔ اس اسلامی حکومت میں تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہماری چھاتی سے لگو کلمہ پڑھ کر۔ کلمہ پڑھ کر تو ہم چھاتی سے لگنے کے اہل نہیں رہتے، ہم تو جیلوں کے قابل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ کوئی مذہبی اختلاف نہیں ہے، ایک ہی کلمہ ہے، ایک ہی زبان ہے، ان کی چھاتیوں سے کیوں نہیں لگتے؟ ان کو کیوں اپنی چھاتیوں سے نہیں لگاتے۔ ان کو کیوں پاؤں تلے روندتے ہی روندتے چلے جا رہے ہو؟‘‘

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’فراعین کے مظالم اور بڑے بڑے بدکردار اور متکبرین کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم کئی قسم کی آفات کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے ایسے لوگوں کو گھیر لیا جو زمینی بھی تھیں اور سماوی بھی تھیں۔ کچھ ایسی بھی تھیں جن میں بندوں کا دخل نہیں تھا۔ محض وہ آسمان سے نازل ہوئیں یا زمین سے پھوٹیں اور کچھ ایسی بھی تھیں جن میں بندوں کا بھی دخل تھا اور بندوں کو استعمال کیا گیا۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم آئندہ کے بارہ میں ایک ایسی پیشگوئی فرماتا ہے جو بعینہٖ ان حالات پر پوری لگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ کہنے والے کی زبان سے قرآن کریم یہ کہلواتا ہے وَیٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ یَوۡمَ التَّنَادِ۔ (المؤمن 33) کہ اے میری قوم میں تم پر ایک ایسے عذاب سے بھی ڈرتا ہوں جو تمہیں آ لے گا جس کی شکل صورت یہ ہو گی کہ اہل وطن ایک دوسرے کو تمہارے خلاف مدد کے لئے پکاریں گے۔ اَلتَّنَاد اس کو کہتے ہیں جب شور پڑ جائے اور واویلا شروع ہو جائے اور وہ لوگ جو پنجاب کے دیہات سے خصوصاً واقف ہیں ان

کوعلم ہے خصوصاً جھنگ وغیرہ کے علاقے میں اگر رات کو کوئی چوری ہو جائے یا کوئی اور آفت پڑ جائے تو لوگ ، زمیندار چھتوں پر نکل جاتے ہیں اور واویلا شروع کر دیتے ہیں اور سارے ملک کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں ظالم کے خلاف۔ چنانچہ وہ آواز جہاں پہنچتی ہے پھر وہ آگے آواز چل پڑتی ہے۔ پھر اس سے آگے چل پڑتی ہے۔ پھر اس سے آگے چل پڑتی ہے۔اور جہاں جہاں وہ آواز پہنچتی ہے لوگ گھروں سے نکل کر جواُن کے ہاتھ میں آتا ہے وہ لے کر نکل کھڑے ہوتے ہیں کہ ایک مظلوم کی مدد کے لئے چلیں۔تو اس کو کہتے ہیں یَوۡمَ التَّنَادِ۔۔۔خدا کی اس تقدیر سے ڈرو جب کہ زمین میں تمہارے خلاف یَوۡمَ التَّنَادِ کی سی کیفیت پیدا ہو جائے اور سارا ملک ایک دوسرے کو تمہارے ظلم اور جبر کے خلاف آواز دینے لگے کہ اٹھو اور اس ظالم کو چکنا چُور کر کے رکھ دو۔ اس کو ملیا میٹ کر کے رکھ دو۔ اور اگر یہ بس نہ جائے تو قومیں دوسری قوموں کو اپنی طرف بلائیں ۔ یہ تقدیر الٰہی ہے تو لازماً پوری ہو کر رہے گی۔

آج نہیں تو کل تم اس کا نمونہ دیکھو گے کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں دیر تو ہے اندھیر کوئی نہیں۔وہ ڈھیل تو دیا کرتا ہے مگر جب اس کی پکڑ آیا کرتی ہے تو وَّلَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ(ص4) کوئی بھاگنے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ایسا کامل گھیرا پڑ جاتا ہے کہ سوائے حسرت و نامرادی کے اور کچھ بھی انسان کے قبضہ قدرت میں نہیں ہوتا۔اس وقت وہ یاد کرتا ہے کہ کاش ! مَیں اس سے پہلے اس دائرے سے باہر نکل چکا ہوتا مگر نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں۔

لیکن افسوس ہے ان قوموں پر جو ایسے وقت تک انتظار کریں کہ جب خدا کی تقدیر ایسی غضبناک ہو چکی ہو تو ان سربراہوں کے ساتھ قوموں پر بھی خدا کی ناراضگی کا عذاب ٹوٹ پڑے۔‘‘

(خطباتِ طاہر شائع کردہ طاہر فاؤنڈیشن ربوہ جلد3 صفحہ723 تا739)

جنرل ضیاء الحق نے لندن میں مجلس تحفظ ختم نبوّت کی ایک کانفرنس منعقدہ 1985ء کے لئے ایک خصوصی پیغام میں جماعت احمدیہ کو ایک کینسر قرار دیتے ہوئے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے عزم کا اظہار کیا۔ اپنے اس پیغام میں اس نے کہا:

"In the last few years, in particular, the Government of Pakistan has taken several stringent administrative and legal measures to prevent the Qadianis from masquerading as Muslims, and from practising various Shaure-Islami. We will Insha'Allah, persevere in our effort to ensure that the cancer of Qadianism is exterminated."

(Message from General M. Zia-Ul-Haq President Islamic Republic of Pakistan to International Khatm-e-Nabuwwat Conference, London, August, 4-6, 1985)

جنرل ضیاء اور تمام مکذّبین کو دعوتِ مباہلہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 10/جون 1988ء کو نہایت پُر شوکت انداز میں جنرل ضیاء، شریعت کورٹ کے ججوں اور سب مکفّرین اور مکذّبین کو دعوتِ مباہلہ کے لئے للکارا۔ جنرل ضیاء الحق کو مباہلہ کا چیلنج 11/جولائی کو ڈاک کے ذریعہ بھجوایا گیا۔

جنرل ضیاء کو آخری تنبیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز اس بات سے خوشی نہیں تھی کہ جنرل ضیاء اپنے مظالم کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی قہری تجلّی کا نشانہ بنے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے انہیں بار بار تنبیہ فرمائی، نجات کے رستے بتائے اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر دنیوی وجاہت کھل کر توبہ کرنے میں مانع ہے تو کم از کم ظلم سے ہاتھ روک لیں اور خاموش رہیں۔ہم یہ سمجھ لیں گے کہ آپ نے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اور ظلم سے باز آ گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یکم جولائی 1988ء کے خطبہ جمعہ میں انہیں بتایا کہ چونکہ وہ ائمۃ التکفیر کے سردار ہیں اور معصوم احمدیوں پر ظلم کر کے لذّت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے خواہ چیلنج قبول کریں یا نہ کریں اگر وہ اپنے ظلم سے باز نہ آئے تو ان کا یہ فعل چیلنج قبول کرنے کے مترادف ہوگا۔آپ نے فرمایا:۔

’’جہاں تک صدر پاکستان ضیاء صاحب کا تعلق ہے ان کے متعلق ہمیں ابھی ان کو کچھ وقت دینا چاہئے۔ابھی ابھی انہوں نے کچھ سیاسی کارروائیاں کی ہیں اور اگرچہ وہ اسلام کے نام پر کی ہیں مگر بہرحال سیاسی کارروائیاں ہیں اور ان میں وہ مصروف بہت ہیں۔ ابھی تک ان کو یہ بھی قطعی طور پر علم نہیں کہ آئندہ چند روز میں کیا واقعات رونما ہو جائیں گے۔اس لئے ہوسکتا ہے وہ تردّد محسوس کرتے ہوں کہ یہ نہ ہو کہ اِدھر مَیں چیلنج قبول کروں اُدھر کچھ اور واقعہ ہو جائے۔اس لئے جب تک ان کی کرسی مضبوط نہ ہوجائے ، جب تک وہ اپنے منصوبوں پر کاربند نہ ہوجائیں اور محسوس نہ کریں کہ ہاں اب وہ اس مقام پہ پہنچ گئے ہیں جہاں جس کو چاہیں چیلنج دیں، جس قسم کی عقوبت سے ڈرایا جائے اس کو وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے قبول کریں۔اس مرتبے و مقام تک ابھی وہ پہنچے نہیں ہیں۔ اس لئے ہم انتظار کرتے ہیں کہ خدا کی تقدیر دیکھیں کیا ظاہر کرے۔لیکن چیلنج قبول کریں یا نہ کریں چونکہ تمام ائمۃ المکفّرین کے امام ہیں اور تمام اذیّت دینے والوں میں سب سے زیادہ ذمہ داری اس ایک شخص پر عائد ہوتی ہے۔جنہوں نے معصوم احمدیوں پر ظلم کئے ہیں اور اس ظلم کے پیچھے پڑ کر جھانکنے کی کوشش کی ہے کہ جو مَیں نے حکم جاری کیا تھا وہ جاری ہو بھی گیا ہے کہ نہیں اور ایک معصوم احمدی کیسے تکلیف محسوس کر رہا ہے۔ جب تک یہ پتا نہ چلے، اُن کو لذّت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایسے شخص کا زبان سے چیلنج قبول کرنا ضروری نہیں ہوا کرتا۔ اس کا اپنے ظلم و ستم میں اسی طرح جاری رہنا اس بات کا نشان ہوتا ہے کہ اس نے چیلنج کو قبول کرلیا ہے۔ اس لئے اس پہلو سے بھی وقت بتائے گا کہ کس حد تک ان کو جرأت ہے خدا تعالیٰ کے مقابلے کی اور انصاف کا خون کرنے کی۔‘‘

(خطباتِ طاہر شائع کردہ طاہر فاؤنڈیشن ربوہ جلد7 صفحہ461 تا462)

ازاں بعد حضور نے قریباً ڈیڑھ ماہ تک انہیں مہلت دی کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کر کے جبر و تشدّد سے دستکش ہو جائیں لیکن ان کے ظالمانہ رویّہ میں ذرہ برابر تبدیلی نہ آئی۔جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دل میں القائے ربّانی کے تحت ایک زبردست جوش پیدا ہوا اور حضور نے 12/اگست 1988ء کے خطبہ جمعہ میں اپنی ایک انذاری رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’جس قوم کو آج ہم مخاطب کر رہے ہیں، جس کو ہم نے مباہلہ کی دعوت دی ہے بدقسمتی سے ان کے مقدر میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا دن دیکھنا ہے۔‘‘

آپ نے فرمایا

’’یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا ایک قسم کا مقدّر بن گئی ہے اور لازماً ان میں سے ایک طبقہ، مَیں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ سب نہیں، ایک طبقہ عبرت کا نشان بنے گا۔‘‘

چنانچہ آپ نے نہایت پُرجلال لب و لہجہ میں انہیں آخری بار انتباہ کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس موقع پر جبکہ مباہلہ کی دعوت غیروں کو دی گئی ہے اس وجہ سے خصوصیت سے کہ یہ استہزاء میں بڑھ رہے ہیں اور اپنے گزشتہ کردار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر رہے ۔ استہزاء میں بھی بڑھ رہے ہیں، ظلم میں بھی بڑھ رہے ہیں اور حکومت کا جہاں تک تعلق ہے وہ معصوم احمدیوں پر قانونی حربے استعمال کر کے طرح طرح کے ستم ڈھا رہی ہے۔اور آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے آغاز ہی میں حکومت کو متنبہ کیا تھا کہ آپ اگر اپنی شان کے خلاف بھی سمجھتے ہوں چیلنج کو قبول کرنا، اگر آپ زیادتیوں سے باز نہ آئے اور ظلم و ستم کی یہ راہ نہ چھوڑی تو جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں خدا کی تقدیر اسے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے کے مترادف بنائے گی اور آپ سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔تو یہ حالات جس طرف اشارہ کر رہے تھے وہاں تک ہمارے ظن کا تعلق تھا۔اندازہ ہو رہا تھا کہ بہت سے ایسے مکذّبین ہیں جو شرارت سے باز نہیں آ رہے بلکہ تمسخر اور استہزاء میں اور ظلم و ستم میں بڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ سارے پاکستان میں بار بار یہ کوشش کی گئی ہے علماء کی طرف سے کہ اس مباہلے کو ابتہال کی بجائے اشتعال کا ذریعہ بنایا جائے اور کثرت کے ساتھ احمدیوں کے خلاف عوام النّاس کے جذبات مشتعل کر کے اُنہیں ان کو مارنے پیٹنے ،قتل کرنے، لُوٹنے اور ان کے گھر جلانے پر آمادہ کیا جائے۔وہ سمجھتے ہیں اس طرح ہم ایک اپنی تقدیر ظاہر کریں گے۔۔۔ہم اپنے ہاتھوں سے ان کو سزا دے سکتے ہیں اور ہم ان کو بتائیں گے کہ خدا کون ہے۔ چنانچہ اس عزم کے ساتھ وہ اُٹھے ہیں کہ دنیا سے خدا کی خدائی کی بجائے اپنی خدائی منوائیں اور یہ بتائیں کہ ہم میں طاقت ہے ان کو مٹانے کی۔۔۔۔اور یہی انہوں نے مباہلے کا مطلب سمجھا ہے۔ اس لیے اگرچہ بارہا کثرت کے ساتھ احمدیوں کی تکلیفوں کی خبریں مل رہی ہیں۔لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ یہ مقابلہ خدا سے ہے ان لوگوں کا اور اس میں جماعت احمدیہ نہ کچھ کرسکتی ہے نہ اُس کے کرنے کا کوئی محل اور مقام ہے، صرف انتظار ہے۔خدا کی تقدیر لازماً ان کو پکڑے گی اور لازماً اِن کو سزا دے گی جو ان شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے کیونکہ وہ معصوم احمدی جن کو اب سزا دی جارہی ہے اُن کو صرف اس جرم کی سزا دی جارہی ہے کہ ہم خدا کی طرف اپنے مقدمے کو لے جاتے ہیں۔‘‘

(خطباتِ طاہر شائع کردہ طاہر فاؤنڈیشن ربوہ جلد7 صفحہ553 تا555)

ضیاء نمرودیت کی آگ میں

آخر خدا کے مقدّس خلیفہ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی بات حرف بہ حرف پوری ہوئی اور جنرل محمد ضیاء الحق جس نے احمدیت کو کینسر قرار دے کر مٹا دینے کی دھمکی دی تھی 17/اگست 1988ء کو C-130 طیارہ میں حادثہ کا شکار ہوگیا اور خدائے ذوالجلال نے اس کے پرخچے اڑا دیے اور ان جرنیلوں کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جو اس کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ برطانوی اخبار فنانشل ٹائمز کے مطابق صدر ضیاء الحق کے تابوت میں مرحوم صدر کے صرف جبڑے کی ہڈی تھی کیونکہ ان کی لاش میں صرف یہی ایک جزو تھا جس کی شناخت کی جاسکی۔

(روزنامہ ملّت لندن 27، 28، اگست 1988ء)

چنانچہ فنانشل ٹائمز لندن اپنی سوموار 22/اگست 1988ء کی اشاعت میں اسلام آباد پاکستان میں موجود اپنی رپورٹر کرسٹینا لیمب کے حوالہ سے تحریر کرتا ہے:

"The President was burried on the lawn outside Pakistan's Faisal Mosque, which resembles a spaceship. As the coffin containing only his jaw (nothing else of him could be found) was lowered into the grave, a 21-gun salute sounded."

(Financial Times 22 August 1988)

تحقیقاتی ٹیم اپنے سائنسی تجزیہ اور تحقیقات کے باوجود آج تک اس رازِ سربستہ سے پردہ نہیں اٹھا سکی کہ وہ حادثہ کیسے رونما ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جولائی 1986ء میں فرمایا تھا ؎

تمہیں مٹانے کا زُعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رُسوائے عام کہنا

ضیاء کی ہلاکت کے اس نشان سے ایک مردِ خدا کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بڑی شان کے ساتھ پورے ہوئے۔

خدا کی نصرت کے دو نشان ایک دشمن کی زندگی کا اور ایک دشمن کی موت کا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مباہلہ کے نتیجہ میں مبینہ ’مقتول‘ اسلم قریشی کی زندہ سلامت واپسی اور جنرل ضیاء الحق کی عبرتناک ہلاکت کے اعجازی نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 19/اگست 1988ء میں فرمایا:

’’خدا نے حال ہی میں دو نشان دکھائے ہیں۔ایک دشمن کی زندگی کا اور ایک دشمن کی موت کا۔ جب ہم نے خدا کی طرف سے دشمن کی زندگی کا نشان دیکھا تب بھی ہم خوش ہوئے اور جب ہم نے اپنے مولیٰ کی طرف سے دشمن کی موت کا نشان دیکھا تب بھی ہم خوش ہوئے ۔اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نشان پر ہم خوش ہیں۔ کسی کی موت اور زندگی سے ہماری خوشیوں کا کوئی تعلق نہیں۔اس کے برعکس وہ لوگ جن کے ذاتی تعلقات تھے گمشدہ مولوی سے، جو شور مچا رہے تھے کہ اُس کی موت کا غم ہمیں ہلاک کر رہا ہے۔ جب تک ہم اُس کے خون کا بدلہ نہ لے لیں ہمیں چین نہیں آئے گا۔اُس کی زندگی کی خوشی کی خبر سُنتے ہی اُن پر موت طاری ہوگئی۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر طرف سوگ کا عالم ہو، جھوٹے کی یہ پہچان ہوا کرتی ہے اور اس طرح خدا سچوں اور جھوٹوں میں امتیاز کر کے دکھا دیا کرتا ہے۔

آج جنرل ضیاء الحق صاحب کی موت پر جو یہ علماء صدمے کا اظہار کر رہے ہیں یہ وہی ہیں جو کل تک اُن کو گالیاں دے رہے تھے ۔اس لیے اُن کے اس ردّعمل نے بتا دیا کہ موت کا صدمہ نہیں ان کو اس بات کا صدمہ ہے کہ خدا کا ایک نشان احمدیت کے حق میں ظاہر ہو گیا۔

باقی صفحہ 13 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضرت عُکاشہ بن مِحْصَن، حضرت خارجہ بن زید، حضرت زیاد بن لبید، حضرت مُعَطِّب بن عُبَید، حضرت خالد بن بُکَیر رضوان اللہ علیہم کے اوصاف حسنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، اخلاص و وفا، دینی خدمات اور عظیم الشان قربانیوں کا دلگداز تذکرہ

مکرم اسماعیل مالاگالا صاحب مبلغ یوگنڈا کی وفات۔ مرحوم کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ یکم جون 2018ء بمطابق یکم احسان 1397 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عکاشہؓ بن محصن تھے۔ حضرت عکاشہؓ بن محصن کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ بدر کے موقع پر گھوڑے پر سوار ہو کر شامل ہوئے۔ اس دن آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک لکڑی دی تو وہ آپ کے ہاتھ میں گویا نہایت تیز اور صاف لوہے کی تلوار بن گئی اور آپ اسی سے لڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ پھر اسی تلوار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شامل ہوئے اور یہ لکڑی کی تلوار وفات تک آپ کے پاس ہی تھی۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت دی تھی کہ تم جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو گے۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 65-64 عکاشہ بن محصن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

غزوہ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ عرب کا بہترین شہسوار ہمارے ساتھ شامل ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا عکاشہ بن محصن۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 435 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ میری امّت سے ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ ستّر ہزار ہوں گے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اسے بھی ان میں شامل کر دے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَه۔ کہ عکاشہ اس بارے میں تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علیٰ دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب حدیث 369)

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ذکر ہوا کہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یعنی وہ ایسے روحانی مرتبہ پر فائز ہوں گے کہ ان کے لئے خدائی فضل و کرم اس قدر جوش میں ہوگا کہ ان کے حساب کتاب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے چہرے قیامت کے دن اس طرح چمکتے ہوں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند آسمان پر چمکتا ہے۔ اس پر حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا کریں اور آپ نے دعا کی کہ ان کو بھی ان میں شامل کر دے۔ اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بڑے خوبصورت رنگ میں اس کی تفسیر بیان کی ہے اور تجزیہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا یہ ایک بظاہر چھوٹا سا واقعہ اپنے اندر بہت سے معارف کا خزانہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اُمّت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا اس درجہ فضل و کرم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض اس کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ کی اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی ایسا ہوگا جو اپنے نمایاں روحانی مقام اور خدا کے خاص فضل و کرم کی وجہ سے گویا قیامت کے دن حساب و کتاب کی پریشانی سے بالا سمجھا جائے گا۔ (ستّر ہزار سے یہ بھی مراد لی جاتی ہے کہ ایک بڑی تعداد ہوگی۔) دوسرے اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسا قرب حاصل ہے کہ آپ کی روحانی توجہ پر خدا تعالیٰ نے فوراً بذریعہ کشف یا القاء آپ کو یہ علم دے دیا کہ عُکاشہ بھی اس ستّر ہزار کے گروہ میں شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عُکاشہ پہلے اس گروہ میں شامل نہ ہو مگر آپ کی دعا کے نتیجہ میں خدا نے اسے یہ شرف عطا کر دیا ہو۔ تیسرے اس واقعہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا اس درجہ ادب ملحوظ تھا اور آپ اپنی اُمّت میں جدوجہد کے عمل کو اس درجہ ترقی دینا چاہتے تھے کہ جب عُکاشہ کے بعد ایک دوسرے شخص نے آپ سے اسی قسم کی دعا کی درخواست کی تو آپ نے اس اَخص روحانی مقام کے پیش نظر جو اس پاک گروہ کو حاصل ہے مزید انفرادی دعا سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو تقویٰ اور ایمان اور عمل صالح میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور یہ بتایا کہ اگر اس طرف توجہ رہے گی تو تمہیں مقام مل سکتا ہے۔ چوتھے اس سے آپ کے اعلیٰ اخلاق پر (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق پر) بھی غیر معمولی روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار ایسے رنگ میں نہیں کیا جس سے سوال کرنے والے انصاری کی دل شکنی ہو بلکہ ایک نہایت لطیف رنگ میں اس بات کو ٹال دیا۔''

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 667 تا 668)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُکاشہ کو مختلف سرایا میں، جنگوں میں جو فوجیں بھیجی جاتی تھیں ان میں امیر بنا کر بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول چھ ہجری میں حضرت عُکاشہ کو چالیس مسلمانوں کا افسر بنا کر قبیلہ بنی اسد کے مقابلے پر روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ ایک چشمہ کے قریب ڈیرہ ڈالے پڑا تھا جس کا نام غَمر تھا جو مدینہ سے مکہ کی سمت میں چند دن کے فاصلے پر تھا۔ عُکاشہ کی پارٹی جلدی جلدی سفر کر کے قریب پہنچی تا کہ انہیں شرارت سے روکا جائے تو معلوم ہوا کہ قبیلے کے لوگ مسلمانوں کی خبر پا کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔ اس پر عُکاشہ اور ان کے ساتھی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔''

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 666)

یعنی جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو یا مسلمانوں کو جنگوں کا خاص شوق تھا۔ لیکن ان لوگوں نے ان سے بلاوجہ کی جنگ ہونے کی بھی کوشش نہیں کی۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النصر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے سن کر لوگ بہت روئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے لوگو میں کیسا نبی ہوں؟ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ آپ کو جزا دے۔ آپ سب سے بہترین نبی ہیں۔ آپ ہمارے لئے رحیم باپ کی طرح اور شفیق اور نصیحت کرنے والے بھائی کی طرح ہیں۔ آپ نے ہم تک اللہ کے پیغام پہنچائے اور اس کی وحی پہنچائی اور حکمت اور اچھی نصیحت سے ہمیں اپنے رب کے راستے کی طرف بلایا۔ پس اللہ آپ کو بہترین جزا دے جو وہ اپنے انبیاء کو دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! مَیں تمہیں اللہ کی اور تم پر اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر کسی پر میری طرف سے کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو وہ کھڑا ہو اور میرے سے بدلہ لے۔ مگر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار قسم دے کر کہا مگر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ نے تیسری بار پھر فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! مَیں تمہیں اللہ اور تم پر اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر کسی پر میری طرف سے کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو وہ اٹھے اور قیامت کے دن کے بدلہ سے پہلے میرے سے بدلہ لے۔ اس پر لوگوں میں سے ایک بوڑھے شخص کھڑے ہوئے جن کا نام عُکاشہ تھا۔ آپ مسلمانوں میں سے ہوتے ہوئے آگے

آئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو کھڑے ہو گئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ نے بار بار قسم نہ دی ہوتی تو میں ہرگز کھڑا نہ ہوتا۔ حضرت عکاشہ کہنے لگے۔ میں آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا جس سے واپسی پر میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے قریب آ گئی تو میں اپنی سواری سے اتر کر آپ کے قریب آیا تا کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ مگر آپ نے اپنی چھڑی ماری جو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ چھڑی آپ نے اونٹنی کو ماری تھی یا مجھے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے جلال کی قسم کہ خدا کا رسول جان بوجھ کر تجھے نہیں مار سکتا۔ پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے بلال! فاطمہؓ کی طرف جاؤ۔ (حضرت فاطمہؓ کے گھر میں) اور اس سے وہ چھڑی لے آؤ۔ حضرت بلالؓ گئے اور حضرت فاطمہؓ سے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی! مجھے چھڑی دے دیں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے کہا اے بلال! میرے والد اس چھڑی کے ساتھ کیا کریں گے؟ کیا یہ جنگ کے دن کی بجائے حج کا دن نہیں۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کہا کہ اے فاطمہ آپ اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی بے خبر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو الوداع کہہ رہے ہیں اور دنیا چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اپنا بدلہ دے رہے ہیں۔ اس پر حضرت فاطمہ نے حیرانگی سے پوچھا اے بلال! کس کا دل کرے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لے۔ پھر حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے بلال! حسن اور حسین سے کہو کہ وہ اس شخص کے سامنے کھڑے ہو جائیں کہ وہ ان دونوں سے بدلہ لے لے اور وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لینے دیں۔ پس حضرت بلال مسجد آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑی پکڑا دی اور آپ نے وہ چھڑی عُکاشہ کو پکڑائی۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ! ہم تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ ہم سے بدلہ لے لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ کہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: اے ابوبکر اور عمر رک جاؤ۔ اللہ تم دونوں کے مقام کو جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! میں نے اپنی ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری ہے اور میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارو۔ پس یہ میرا جسم ہے میرے سے بدلہ لے لو اور بیشک مجھے سو بار مارو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی بیٹھ جاؤ۔ اللہ تمہاری نیت اور مقام کو جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن اور حسین کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ہم سے بدلہ لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کے جیسا ہی ہے۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا: اے میرے پیارو! بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے عکاشہ مارو۔ حضرت عکاشہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپؐ نے مجھے مارا تھا تو اس وقت میرے پیٹ پر کپڑا نہیں تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا۔ اس پر مسلمان دیوانہ وار رونے لگ گئے اور کہنے لگے کیا عکاشہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے گا؟ مگر جب حضرت عُکاشہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی سفیدی دیکھی تو دیوانہ وار لپک کر آگے بڑھے اور آپ کے بدن کو چُومنے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا دل گوارا کر سکتا ہے کہ وہ آپ سے بدلہ لے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا بدلہ لینا ہے یا معاف کرنا ہے۔ اس پر حضرت عُکاشہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے معاف کیا اس امید پر کہ اللہ قیامت کے دن مجھے معاف فرما دے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو جنت میں میرا ساتھی دیکھنا چاہتا ہے وہ اس بوڑھے شخص کو دیکھ لے۔ پس مسلمان اٹھے اور حضرت عُکاشہ کا ماتھا چومنے لگے اور ان کو مبارکباد دینے لگے کہ تو نے بہت بلند مقام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو پالیا۔'' (مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 429 تا 431 کتاب علامات النبوۃ حدیث 14253 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء) یہ تھے حضرت عکاشہ کہ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی واپسی کی خبریں سنا رہے ہیں اور اب پتہ نہیں کبھی موقع ملتا ہے کہ نہیں ملتا۔ انہوں نے کہا کہ زندگی میں یہ موقع ہے کہ آپ کے جسم کو نہ صرف چوموں بلکہ بوسہ دوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت میں حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حضرت عُکاشہ مرتدّین کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ عیسیٰ بن عُمَیْلہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید لوگوں کے مقابلے پر روانہ ہوتے وقت اگر اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان نہ سنتے تو حملہ کر دیتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اس قوم کی طرف پہنچے جو بُزَاخہ مقام پر تھی تو آپ نے حضرت عُکاشہ بن محصن اور حضرت ثابت بن اَقْرَم کو مخبر بنا کر بھیجا کہ دشمن کی خبر لائیں۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت عکاشہ کے گھوڑے کا نام الرَّزَام تھا اور حضرت ثابت کے گھوڑے کا نام اَلْمُحَبَّر۔ ان دونوں کا سامنا طُلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ سے ہوا جو مسلمانوں کی مخبری کرنے کے لئے لشکر سے آگے آئے ہوئے تھے۔ طُلیحہ کا سامنا حضرت عکاشہ سے ہوا اور سلمہ کا سامنا حضرت ثابت سے ہوا اور ان دونوں بھائیوں نے ان دونوں اصحاب کو شہید کر دیا۔ ابو واقد اللّیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم دو سو سوار لشکر کے آگے آگے چلنے والے تھے ہم ان مقتولوں، حضرت ثابت اور حضرت عکاشہ کے پاس کھڑے رہے یہاںتک کہ حضرت خالد آئے اور ان کے حکم سے ہم نے حضرت ثابت اور حضرت عکاشہ کو ان کے خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کر دیا۔ یہ واقعہ 12 ہجری کا ہے۔'' اس طرح ان کی شہادت ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 245 ثابت بن اقرم مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت خَارِجہ بن زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ حضرت خارجہ بن زید کا تعلق خزرج کے خاندان اَغَرّ سے تھا۔ حضرت خارجہ کی بیٹی حضرت حَبِیبہ بنت خارجہ حضرت ابوبکر صدیق کی اہلیہ تھیں جن کے بطن سے حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خارجہ بن زید اور حضرت ابوبکر صدیق کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ رئیس قبیلہ تھے اور ان کو کبار صحابہ میں شامل کیا جاتا تھا۔ انہوں نے عقبہ میں بیعت کی تھی۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 271 ومن بنی الحارث... خارجہ بن زید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خارجہ بن زید کے گھر قیام کیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 640 خارجہ بن زید مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت خارجہ نے غزوۂ اُحد میں بڑی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہادت کا رتبہ پایا۔ نیزوں کی زد میں آ گئے اور آپ کو تیرہ سے زائد زخم لگے۔ آپ زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ پاس سے صفوان بن اُمّیہ گزرا۔ اس نے انہیں پہچان کر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ پھر ان کا مُثلہ بھی کیا اور کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے بدر میں ابوعلی کو قتل کیا تھا یعنی میرے باپ اُمیّہ بن خلف کو۔ اب مجھے موقع ملا ہے کہ ان اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے بہترین لوگوں کو قتل کروں اور اپنا دل ٹھنڈا کروں۔ اس نے حضرت ابن قوقل، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت اوس بن ارقم کو شہید کیا۔ حضرت خارجہ اور حضرت سعد بن ربیع جو کہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔'' (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 4-3 خارجہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

روایت ہے کہ اُحد کے دن حضرت عباس بن عُبادۃ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ اور اپنے نبی سے جڑے رہو۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ اپنے نبی کی نافرمانی سے پہنچی ہے۔ وہ تمہیں مدد کا وعدہ دیتا تھا لیکن تم نے صبر نہیں کیا۔ پھر حضرت عباس بن عُبادۃ نے اپنا خَود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ بن زید سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس کی ضرورت ہے؟ خارجہ نے کہا نہیں جس چیز کی تمہیں آرزو ہے وہی میں بھی چاہتا ہوں۔ پھر وہ سب دشمن سے بِھڑ گئے۔ عباس بن عُبادۃ کہتے تھے کہ ہمارے دیکھتے ہوئے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچا، کوئی تکلیف پہنچی تو ہمارا اپنے رب کے حضور کیا عذر ہوگا؟ اور حضرت خارجہ یہ کہتے تھے کہ اپنے رب کے حضور ہمارے پاس نہ تو کوئی عذر ہوگا اور نہ ہی کوئی دلیل۔ حضرت عباس بن عبادۃ کو سفیان بن عبدِ شمس سَلَمی نے شہید کیا اور خارجہ بن زید کو تیروں کی وجہ سے جسم پر دس سے زائد زخم لگے۔'' (کتاب المغازی الواقدی جلد 1 صفحہ 228-227 باب غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

''غزوہ احد کے دن حضرت مالک بن دُخْشُم، حضرت خارجہ بن زید کے پاس سے گزرے۔ حضرت خارجہ زخموں سے چُور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تیرہ کے قریب مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالک نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں؟ حضرت خارجہ نے کہا کہ اگر آپ کو شہید کر دیا گیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام پہنچا دیا۔ تم بھی اپنے دین کے لئے قتال کرو۔''

(کتاب المغازی الواقدی جلد 1 صفحہ 243 باب غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

''حضرت خارجہ کے دو بچے تھے جن میں سے ایک حضرت زید بن خارجہ تھے جنہوں نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت خارجہ بن زید کی دوسری اولاد حضرت حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔ ان کی شادی حضرت ابوبکر صدیق سے ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی جب وفات ہوئی تو ان کی اہلیہ حضرت حبیبہ امید سے تھیں۔ ابوبکر نے فرمایا تھا کہ مجھے ان کے ہاں بیٹی کی توقع ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئیں۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 641-640 خارجہ بن زید مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت زیاد بن لبید تھے۔ ان کی والدہ کا نام عمرہ بنت عبید بن مطروف تھا۔ حضرت زیاد کا ایک بیٹا عبداللہ تھا۔ عقبہ ثانیہ میں ستّر اصحاب کے ساتھ آپ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب مدینہ واپس آئے تو انہوں نے آتے ہی اپنے قبیلہ بنو بَیَاضہ کے بت توڑ دیئے جو بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ چلے گئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ اس لئے حضرت زیاد کو مہاجر

انصاری کہا جاتا ہے۔ مہاجر بھی ہوئے اور انصاری بھی تھے۔ حضرت زیاد غزوۂ بدر، اُحد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302 زیاد بن لبید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور قبیلہ **بنو بیاضہ** کے محلہ سے گزرے تو حضرت زیاد نے اَھْلًا وَسَھْلًا کہا اور قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو یہ خود منزل تلاش کر لے گی۔

محرم نو ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ و زکوۃ وصول کرنے کے لئے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے تو حضرت زیاد کو حضرموت کے علاقے کا مُحَصِّل مقرر فرمایا۔ حضرت عمر کے دَور تک آپ اسی خدمت پر مامور رہے۔ اس منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اکتالیس ہجری میں وفات پائی۔''

(سرورِ کائنات کے پچاس صحابہ از طالب الہاشمی صفحہ 557 تا 559 مطبوعہ میٹرو پرنٹرز لاہور 1985ء)

تاریخ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دَورِ خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے زور پکڑا اور زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تو اشعث بن قیس الکندی نے بھی ارتداد اختیار کیا۔ حضرت زیاد کو اس کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا گیا۔ جب آپ نے اس پر حملہ کیا تو اس نے قلعہ نُجَیْر میں پناہ لے لی۔ حضرت زیاد نے اس کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہ تنگ آ گیا اور اس نے پیغام بھیجا کہ مجھے اور نو اور آدمیوں کو امان دے دیں تو قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔ حضرت زیاد نے کہا معاہدہ لکھ کر لے آؤ میں اس پر مہر ثبت کر دوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازہ کھولا۔ بعد میں جب معاہدہ دیکھا گیا تو باقی نو آدمیوں کے نام تو لکھے ہوئے تھے مگر اشعث اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا۔ چنانچہ اسے دوسرے قیدیوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا گیا۔ (امتاع الاسماع جلد 14 صفحہ 255-254 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت مُعَتِّب بن عُبَید تھے۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی آپ کے بھتیجے اُسَیر بن عُروۃ آپ کے وارث ہوئے۔ حضرت مُعَتِّب بن عُبَید غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور انہوں نے یوم الرجیع میں شہادت پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 240 ومن حلفاء بنی ظفر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

رجیع کا جو واقعہ ہے کہ اس میں دس مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی لکھا ہے کہ ''یہ دن مسلمانوں کے لئے سخت خطرے کے دن تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے متوحّش خبریں آ رہی تھیں۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ آپ کو قریش مکہ کی وجہ سے تھا جو جنگ اُحد کی وجہ سے بہت دلیر اور شوخ ہو رہے تھے۔ اس خطرے کو محسوس کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر چار ہجری میں اپنے دس صحابیوں کی ایک پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے آپ کو اطلاع دیں لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قارہ کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپ چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خواہش معلوم کر کے وہی پارٹی جو خبررسانی کے لئے تیار کی گئی تھی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنولحیان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانے سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے اور بنولحیان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قارہ کے لوگوں کے لئے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قارہ کے یہ غدار لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنولحیان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آ رہے ہیں تم آ جاؤ۔ جس پر قبیلہ بنولحیان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیرانداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں (رجیع ایک جگہ ہے) ان کو آ پکڑا۔ دس آدمی دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم تو نہیں دی گئی۔ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو تمہیں گھیر لیا جائے تو پھر یہی حکم ہے کہ جنگ کرو۔ فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلے پر چڑھ کر مقابلے کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکہ دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے عہد و پیمان پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے خدا تُو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔

غرض عاصم اور ان کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب سات صحابہ مارے گئے اور صرف خُبَیب بن عدی اور زید بن دَثِنہ اور ایک اور صحابی باقی رہ گئے تو کفار نے جن کی اصل خواہش ان لوگوں کو زندہ پکڑنے کی تھی پھر آواز دے کر کہا کہ اب بھی نیچے اتر آؤ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اب کی دفعہ یہ سادہ لوح مسلمان ان کے پھندے میں آ کر نیچے اتر آئے مگر نیچے اترتے ہی کفار نے ان کو اپنی تیر کمانوں کی تندیوں سے جکڑ کر باندھ لیا اور اس پر خُبَیب اور زید کے ساتھی سے جن کا نام تاریخ میں عبداللہ بن طارق مذکور ہوا ہے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہ تمہاری پہلی بدعہدی ہے اور نامعلوم تم آگے چل کر کیا کرو گے۔ عبداللہ نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا جس پر کفار تھوڑی دور تک عبداللہ کو گھسیٹتے ہوئے، زدوکوب کرتے ہوئے لے گئے اور پھر انہیں قتل کر کے وہیں پھینک دیا اور چونکہ ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا وہ قریش کو خوش کرنے کے لئے نیز روپے کی لالچ میں خُبَیب اور زید کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر انہیں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چنانچہ خُبَیب کو تو حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ خُبَیب نے بدر کی جنگ میں حارث کو قتل کیا تھا اور زید کو صفوان بن اُمیّہ نے خرید لیا۔ اور یہ بھی پھر آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 514-513)

پھر بدری صحابہ میں ایک ذکر حضرت خالد بن بُکَیر کا ہے۔ حضرت خالد بن بُکَیر حضرت عاقل حضرت عامر، حضرت ایاس نے اکٹھے دار ارقم میں اسلام قبول کیا تھا اور ان چاروں بھائیوں نے دار ارقم میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن بُکَیر اور حضرت زید بن دَثِنہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں موجود تھے اور رجیع کا واقعہ جو پہلے بیان ہوا ہے جہاں دھوکے سے دس مسلمانوں کو مارا گیا تھا وہاں آپ بھی شہید ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 297 عاقل بن ابی البکیرؓ، خالد بن ابی البکیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے پہلے ایک سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں قریش کے قافلہ کے لئے روانہ فرمایا اس میں حضرت خالد بن بُکَیر بھی شامل تھے۔ آپ صفر 4 ہجری کو 34 سال کی عمر میں جنگ رجیع میں عاصم بن ثابت اور مَرْثَد بن ابی مَرْثَد غَنَوِی کے ساتھ قبائل عَضَل و قارہ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 647 خالد بن بکیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اس بارہ میں ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب قبیلہ عَضَل اور قارہ کے لوگ ان صحابہ کو لے کر مقام رجیع میں پہنچے جو قبیلہ ھُذَیل کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ رجیع جو جگہ ہے یہ جو قبیلہ ھُذَیل کے ایک چشمہ کا نام ہے اور حجاز کے کنارے پر واقعہ ہے تو ان لوگوں نے اصحاب کے ساتھ غداری کی۔ یعنی جو لوگ لے کر گئے تھے انہوں نے صحابہ کے ساتھ غداری کی۔ دھوکہ دیا اور قبیلہ ھُذَیل کو ان کے خلاف بھڑکا دیا۔ صحابہ اس وقت اپنے خیمہ میں ہی تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ چاروں طرف سے لوگ تلواریں لئے چلے آ رہے ہیں۔ یہ بھی دلیرانہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ ان لوگوں نے (یعنی کافروں نے) کہا واللہ! ہم تم کو قتل نہیں کریں گے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم کو پکڑ کر مکہ والوں کے پاس لے جائیں گے اور ان سے تمہارے معاوضہ میں کچھ لے لیں گے۔ حضرت مَرْثَد بن ابی مَرْثَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن بُکَیر نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم مشرک کے عہد میں داخل نہیں ہوتے۔ آخر یہ تینوں اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے۔''

(سیرت ابن ہشام صفحہ 592-591 ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت حسانؓ بن ثابت نے ان لوگوں کے بارے میں اپنے ایک شعر میں کہا ہے کہ

أَلَا لَيْتَنِي فِيهَا شَهِدْتُ ابْنَ طَارِقٍ
وَزَيْدًا وَمَا تُغْنِي الْأَمَانِي وَمَرْثَدَا
فَدَافَعْتُ عَنْ حِبِّي خُبَيْبٍ وَ عَاصِمٍ
وَكَانَ شِفَاءً لَوْ تَدَارَكْتُ خَالِدَا

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 647 خالد بن بکیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

کہ کاش میں اس (واقعہ رجیع) میں ابن طارق اور زید اور مَرثَد کے ساتھ ہوتا۔ اگرچہ آرزوئیں کچھ کام نہیں آتیں۔ تو میں اپنے دوست خُبَیب اور عاصم کو بچاتا اور اگر میں خالد کو پالیتا تو وہ بھی بچ جاتا۔

تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے قربانیاں دیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس خدائے محسن کا شکر ہے جو احسان کرنے والا اور غموں کو دُور کرنے والا ہے اور اس کے رسول پر درود اور سلام جو اِنس اور جن کا امام اور پاک دل اور بہشت کی طرف کھینچنے والا ہے۔ اور اس کے ان اصحاب پر سلام جو ایمان کے چشموں کی طرف پیاسے کی طرح دوڑے اور گمراہی کی اندھیری راتوں میں علمی اور عملی کمال سے روشن کئے گئے۔" (نورالحق حصہ دوم، روحانی خزائن جلد8 صفحہ188)

پھر ایک جگہ آپ صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "جو دن کے میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے ستارے ہیں۔ (راتوں کے راہب ہونے کا مطلب ہے راتوں میں کہ عبادت کرنے والے۔ اور دین کے ستارے ہیں۔) خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال ہے۔"

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد14 صفحہ17)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی علمی اور عملی حالتوں کو بہتر کرنے اور راتوں کی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جمعہ کے بعد میں ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم اسماعیل مالا گالا صاحب مبلغ یوگنڈا کا ہے۔ یہ 25رمئی کو نماز جمعہ سے قبل دل کی تکلیف کی وجہ سے ان کو دل کا حملہ ہوا۔ اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے 64 سال ان کی عمر تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اسماعیل مالا گالا صاحب 1954ء میں مکونو ڈسٹرکٹ یوگنڈا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اور والدہ دونوں عیسائی تھے لہٰذا یہ خود بھی پیدائشی طور پر عیسائی تھے۔ مالا گالا صاحب ایک احمدی دوست حاجی شعیب نصیرا صاحب کے برادر نسبتی تھے اس لئے ان کا حاجی شعیب صاحب کے گھر آنا جانا تھا۔ حاجی شعیب صاحب کے ذریعہ ہی اسلام میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ ایک لمبا عرصہ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ان پر اسلام کی سچائی روشن ہونا شروع ہوئی اور آخر 1978ء میں یہ بیعت کر کے اسلام احمدیت میں داخل ہو گئے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو حاجی شعیب نصیرا صاحب سے ذکر کیا کہ میری بچپن سے یہ خواہش تھی کہ میں عیسائی پادری بنوں۔ اب چونکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو کیا مَیں اسلام کی خدمت کر سکتا ہوں؟ اس پر انہیں بتایا گیا کہ آپ اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر سکتے ہیں۔ اس وقت محمد علی کائرے صاحب (جو اس وقت یوگنڈا کے امیر جماعت ہیں) پاکستان سے جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کر کے یوگنڈا پہنچے تھے۔ چنانچہ انہوں نے 1980ء میں مالا گالا صاحب کو دیگر پانچ خدام کے ساتھ پاکستان بھجوا دیا۔ موصوف دسمبر 1980ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں فصلِ خاص میں داخل ہوئے اور یکم مارچ 1988ء کو تعلیم مکمل کی۔ جامعہ کے عرصہ تعلیم کے حوالے سے اس وقت جامعہ کے پرنسپل سید میر محمود احمد ناصر صاحب نے اپنے ریمارکس میں ان کے بارے میں لکھا کہ "علمی لحاظ سے کمزور ہیں لیکن اچھے متعاون اور اطاعت گزار طالبعلم رہے ہے۔ منکسر المزاج اور عبادت گزار تھے۔ بزرگوں سے ملاقات اور انہیں دعا کا کہنا ان کا شعار تھا۔" موصوف نے نہایت محنت کے ساتھ جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی اور 1984ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو پاکستان سے ہجرت کرنا پڑی تو اس وقت مخصوص حالات میں بڑی خوش اسلوبی اور بہادری سے یہ بھی ڈیوٹیاں دینے والوں میں شامل تھے۔ موجودہ پرنسپل مبشر ایاز صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ہم جامعہ میں اکٹھے رہے۔ بہت ہی نیک طبیعت تھی۔ خاموش طبع تھے۔ جامعہ کے ان طلباء میں ان کا شمار ہوتا تھا جنہیں عبادت اور ریاضت کا خاص شوق تھا۔ اطاعت گزاری ان کا خاص اور قابل ذکر وصف تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے نقیب اور زعیم ہونے کی وجہ سے ان سے کئی بار واسطہ پڑا۔ بہت ہی عاجز مزاج اور مطیع اور فرمانبردار پایا۔ فٹبال کے بڑے شوقین تھے۔ ٹیم کے ایک اہم ممبر سمجھے جاتے تھے اور خاص طور پر ان کو شامل کیا جاتا تھا۔" جامعہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان کا باقاعدہ تقرر یوگنڈا میں بطور مبلغ 1988ء میں ہوا جہاں انہوں نے کئی جماعتوں میں بطور مبلغ کام کیا۔ 2007ء میں موصوف دو یوگنڈن مبلغین کے ساتھ پاکستان بھی گئے جہاں انہیں لوگنڈا زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی نظر ثانی کا کام مکمل کرنے کی توفیق ملی اور تین ماہ کے اندر انہوں نے یہ کام مکمل کر لیا۔ جامعہ میں تو شاید علمی لحاظ سے کمزور ہوں گے لیکن بعد میں علمی لحاظ سے بھی بڑے آگے نکلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا علم بہت بڑھایا، اضافہ کیا۔ مرحوم کو تبلیغ کا بڑا شوق تھا اور ان کی تبلیغ سے بڑی تعداد نے احمدیت قبول کی۔ سائیکل پر ہی بہت لمبے لمبے تبلیغی سفر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ تبلیغ کے لئے نکلے ہوئے تھے کہ پیچھے سے ان کی بیوی کی وفات ہو گئی۔ رابطہ کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور جب تبلیغی سفر سے واپس آئے تو پتہ چلا کہ بیوی فوت ہو گئی ہے اور اس کی تدفین بھی ہو چکی ہے۔ ساری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ خدمت دین میں مصروف رہتے ہوئے گزاری۔ بہت نرم دل، ہمدرد اور شفیق انسان تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلافت کے بہت شیدائی تھے۔ خلیفہ وقت کا ہر حکم ماننا ضروری سمجھتے تھے۔ عموماً سارے افریقن ہی لیکن افریقن مبلغین خاص طور پر واقفین زندگی میں نے دیکھا ہے کہ خلافت کے ساتھ ان کا خاص تعلق ہے۔

امیر صاحب یوگنڈا محمد علی کائرے صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم ایک مثالی مربی تھے۔ نہایت نیک دل اور دعوت الی اللہ کرنے والے اور دین کی خدمت بجالانے والے انسان تھے۔ بہت سی مشکلات کے باوجود کبھی شکوہ نہ کیا بلکہ ہر ہر طرح سے خدمت دین میں لگے رہے۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی کی اور کچھ عرصہ بعد تیسری شادی بھی کی۔ ان کی ایک بیوی لکھتی ہیں کہ میں نے انہیں ساری زندگی بہت ہی پیار کرنے والا، نرم دل اور ہر حال میں پُرسکون اور خدا کا شکر بجالانے والا انسان پایا۔ ان کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ ہمارے والد بہت شفیق اور بردبار انسان تھے۔ ہمیشہ ہماری ضرورتوں کا خیال رکھتے اور دین پر عمل پیرا رہنے کا درس دیتے رہے۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں دو بیویاں اور نو بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ ان کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

☆...☆...☆

بقیہ: نماز جنازہ حاضر و غائب از صفحہ نمبر2

طرح جلسہ سالانہ پر بھی روزانہ بڑے شوق اور لگن سے ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک پانچ سالہ بچی یادگار چھوڑی ہے۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم شیخ سرور صاحب بھی واقف زندگی ہیں جو دفتر وقف نو قادیان میں خدمت بجالا رہے ہیں اور چھوٹے بھائی مکرم شیخ طاہر احمد صاحب مہاراشٹر کے ضلع عثمان آباد میں بطور مبلغ انچارج خدمت بجالا رہے ہیں۔

2۔ مکرمہ صفیہ رشید صاحبہ اہلیہ مکرم حاجی عبد الرشید صاحب (ربوہ)

5 مئی 2018ء کو 83 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت میاں حامد صاحب بافندہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑپوتی اور محترم میاں نواب دین صاحب (پیر کوٹ ثانی ضلع گوجرانوالہ) کی بیٹی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، چندہ جات میں باقاعدہ ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ بچوں کو نماز باجماعت کی تلقین کرتیں اور اس کی نگرانی بھی کیا کرتی تھیں۔ جب تک ربوہ میں جلسہ سالانہ ہوتا رہا آپ جلسہ پر آنے والے مہمانوں کی خدمت بڑی خوش دلی سے کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ظہیر رشید صاحب لندن میں ایم ٹی اے میں کام کر رہے ہیں اور ایک بیٹے مکرم طارق محمود ظفر صاحب آجکل امیر و مبلغ انچارج کینیا کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

3۔ مکرم طیب یعقوب صاحب (ٹرینیڈاڈ)

10راپریل 2018ء کو 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ 1950ء کی دہائی میں بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ جماعت کے ساتھ مضبوط تعلق رکھا اور جماعتی کاموں میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، چندوں میں باقاعدہ بہت مخلص اور باوفا انسان تھے۔ قرآن کریم سے بہت عشق تھا اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں بینائی ختم ہو گئی تھی لیکن اس وقت بھی جو حصہ یاد تھا اس کی باقاعدہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ ربوہ اور قادیان کی زیارت کے علاوہ آپ کو حج کی سعادت بھی ملی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت کے ساتھ عشق کا گہرا تعلق تھا۔ پسماندگان میں دو بیویوں سے چھ بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم مولوی محمد حنیف یعقوب صاحب کے چھوٹے بھائی اور محترم طالب یعقوب صاحب (مبلغ سلسلہ) کے والد تھے۔ آپ کی ایک بیٹی اس وقت ٹرینیڈاڈ کی صدر لجنہ اور داماد صدر انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

4۔ مکرمہ مریم صدیقہ کھوسہ صاحبہ اہلیہ مکرم محمد جلال کھوسہ صاحب (میرپور خاص۔ سندھ)

23 فروری 2018ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی، سادہ مزاج، صابرہ و شاکرہ، بہت نیک، متقی اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ مستحقین کی مختلف رنگ میں مدد کیا کرتی تھیں۔ اپنے بچوں کی بہترین رنگ میں تربیت کی توفیق پائی اور بے شمار بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھایا۔ لمبی بیماری کا بڑے صبر و حوصلہ سے مقابلہ کیا اور ہمیشہ اللہ کی رضا پر راضی رہیں۔ آپ مکرم ڈاکٹر مبشر احمد صاحب کھوسہ شہید (آف میرپور خاص) کی والدہ تھیں۔

5۔ مکرم ڈاکٹر ایم اے نعیم صاحب ابن مکرم ڈاکٹر محمد عبد الرشید صاحب (اسلام آباد)

28/29 اپریل 2018ء کی درمیانی رات کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی کے پوتے تھے۔ بہت نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆...☆...☆

Morden Motor(UK)
Specialists in
Electrical & Mechanical
Repairs & Diagnostics,
Servicing, Tyres, Exhausts, Engines,
Gear Box, Breaks, MOT Failure
work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road,
Unit 2 Morden SM4 5JF
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

قرآن مجید کی پاک تاثیرات

(سعید فطرت لوگوں کی توحید اور اسلام کی طرف رہنمائی کے دلچسپ و ایمان افروز واقعات)

(عبدالرب انور محمود خان ۔ امریکہ)

(پانچویں قسط)

(14)

سورۃ یوسف آیت 4

آدم کلو یک مع فیملی ۔ لور پول برطانیہ

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ○

ترجمہ: ہم تیرے پاس (ہر امر کو) بہترین طور پر بیان کرتے ہیں کیوں کہ ہم نے اس قرآن کو تیری طرف (حقائق پر مشتمل) وحی کے ذریعے نازل کیا ہے اور اس سے پہلے تُو ان (حقائق) سے بے خبر لوگوں میں شامل تھا۔

’’بالقرآن‘‘ ایک پروگرام ہے جس میں فھد اکنوانی نے نومبایعین اسلام کے قبول اسلام کے واقعات Youtube پر ریکارڈ کئے ہیں۔ یہ واقعہ ایک 31 سالہ نوجوان آدم کا ہے جو قرآن کریم میں بیان فرمودہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہوئے اور بالآخر شیفیلڈ کی اسلامی مسجد میں تشہد پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اس کہانی کے آخر میں اس ریکارڈنگ کا لنک درج ہے۔

(https://www.youtube.com/watch?v=foxHe2894&t=611s)

…………………………

(15)

سورۃ الحجر آیت نمبر 10

ڈاکٹر جمال الدین زارابوزو کا قبول اسلام

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

سورۃ الحجر کی آیت نمبر 10 وہ امتیازی آیت ہے جو ساری الہامی کتابوں میں ممتاز اہمیت کی حامل ہے۔ اور قرآن کریم کے رہتی دنیا تک محفوظ رہنے کی ضامن ہے۔ متعدد اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات نے جب قرآن کریم پر تدبر کیا تو حفاظت قرآن کی اس شان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان میں سے کچھ نے تبصرے کئے اور کچھ ایسے خوش قسمت بھی تھے کہ وہ اسلام قبول کئے بغیر نہ رہ سکے۔ معاندین اسلام میں سرفہرست سر ولیم میور ہیں جنہوں نے لکھا:

’’انتہائی ٹھوس اندازے کے مطابق ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی ہر آیت اصلی ہے اور اس میں کبھی کوئی ردّ و بدل نہیں ہوا۔ یہ محمد کی اصل تحریر ہے۔‘‘

’’مکرر تحریر ہے کہ قرآن کریم کے بیان میں اندرونی و بیرونی ہر دو حفاظتی تدابیر مہیا ہیں۔ یہی وہ اصل عبارت ہے جو محمدؐ نے خود استعمال کی اور سب کے سامنے پیش کی۔‘‘ (انٹروڈکشن لائف آف محمد)

پروفیسر نولڈیکی جو کہ ایک جرمن دانشور ہیں لکھتے ہیں:

’’معمولی کتابت کی غلطیوں کے سوا حضرت عثمانؓ کے زمانے کا قرآن بالکل اصلی ہے جو کہ ممکنہ طور پر ہو سکتا ہے۔ یورپین مستشرقین کی تمام کارروائیاں اس کو نقل ثابت کرنے میں ناکام ہو گئیں۔‘‘

(انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا)

پروفیسر نکلسن عربوں کی علمی تاریخ (Literary History Of Arabs) میں لکھتے ہیں:

’’ہمارے پاس ایسا مواد قرآن کریم میں موجود ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔ جس سے اسلام کی ابتدائی ترقی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس قسم کا مواد کسی اور مذہب مثلاً بدھ ازم یا عیسائیت میں نہیں ملتا یا کسی اور قدیمی مذہب میں بھی نہیں ملتا۔

ذیل میں ڈاکٹر جمال الدین زارابوزو کے قبول اسلام کی داستان درج ہے جو ان کی تحریر کردہ کتاب ’’معجزاتی قرآن‘‘ میں سے لی گئی ہے۔ سورۃ الحجر کی آیت 10 سے متاثر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر پورے قرآن کا غور سے مطالعہ کیا۔ اس مطالعے کا خلاصہ اپنی اس کتاب میں درج کیا جو اس وقت آن لائن دستیاب ہے۔

ڈاکٹر زارابوزو نے تلاش حق کے لئے کچھ بنیادی اصول وضع کئے اور ان اصولوں پر بیشتر مذاہب کو پرکھا اور تحقیق کے بعد اسلام قبول کیا۔

پہلا اصول انہوں نے یہ وضع کیا کہ ’’کوئی مذہب الٰہی مذہب ہے تو اس کی کتاب خدا کی طرف سے ہونی چاہئے۔ اور یہی نہیں بلکہ وہ تعلیمات اس شکل میں جس میں وہ اتاری گئیں محفوظ بھی ہونی ضروری ہیں۔‘‘

اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اس اصول کی منطق بہت واضح ہے۔ اصل وحی خدا کی طرف سے آئی مگر اس میں انسانوں نے تحریف کر دی تو وہ اصل کلام نہیں رہا بلکہ اس میں انسانی آلائش شامل ہو گئی۔ اور یہ خدا کا خالص مذہب نہ رہا۔ اگرچہ یہ امر بالبداہت ظاہر ہے مگر یہ تعجب ہے کہ بے شمار افراد نے اس اصول کی طرف توجہ نہیں کی اور آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی کر رہے ہیں جو کہ تاریخی لحاظ سے ثابت ہی نہیں۔

قرآن کا پہلا معجزہ یہی ہے کہ نہ صرف اس کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے بلکہ وہ ہمیشہ محفوظ ہے۔ باب 4 میں وہ لکھتے ہیں ’’قرآن کریم میں درج ہے کہ ہم نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘ (15:10) یہ میرے لئے بہت دلچسپ امر تھا کیونکہ قرآن میں دوسرے مقامات پر یہ حوالہ ملتا ہے کہ گزشتہ اقوام نے اپنی کتب کو مکمل طور پر محفوظ نہ رکھا۔ یہ ایک بہت زور دار اور جرأت مندانہ قول ہے اور یہ ایک پیش گوئی کے رنگ میں ہے… یہ پیش گوئیاں میرے لئے بہت اہم ہیں۔ اگر یہ پیش گوئیاں پوری ہو جاتی ہیں تو وہ ایک نشان ہیں۔ قرآن کریم کی تاریخ بہت عمدگی سے لکھی گئی اور محفوظ ہے۔ قرآن کو بہت احتیاط سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ یہ ذکر ہے اور کتاب ہے۔ ان دونوں ذرائع سے معجزانہ طور پر قرآن محفوظ رہا ہے۔ (صفحہ 18)

وہ مزید لکھتے ہیں ’’قرآن کی عبارات نہ صرف لکھی گئی ہیں بلکہ ان کو یاد کر لیا گیا ہے۔ بے شمار اصحاب کو قرآن زبانی یاد تھا۔ انہوں نے اس ڈر سے یاد کر لیا کہ گزشتہ صحیفوں کے ساتھ کیا وقوع میں آیا۔ قرآن کریم آج تک یاد کیا جا رہا ہے۔ خود قرآن کریم کہتا ہے کہ ’’ہم نے قرآن کو سمجھنے میں آسان اور یاد کرنے میں بھی آسان بنایا ہے۔‘‘ (54:17)

آج تک کروڑوں انسانوں نے قرآن حفظ کیا ہوا ہے۔ اگر… دنیا کی تمام کتب جل کر خاکستر ہو جائیں، قرآن کریم پھر بھی محفوظ رہے گا۔ مسلمان اس کو اپنے حافظے کی بنا پر دوبارہ رقم کر لیں گے۔ آنحضور (ﷺ) کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قرآن کی عبارات کو جمع کیا گیا اور اس کے فوراً بعد اس کی مستند کاپیاں مختلف علاقوں میں بھجوائی گئیں تاکہ ان کے اصل ہونے کا امتحان ہو سکے۔ آج بھی ساری دنیا میں سفر کر لیں اور کسی جگہ سے قرآن کا ایک نسخہ لیں تو یہ معلوم ہو گا کہ ایک ہی عبارت ہے۔ بلکہ قرآن کی زبان بھی محفوظ ہے اور ایک ہی زبان ہے جو عرف عام ہے۔‘‘

("The Miraculous Quran" pages 18-21 An online book)

…………………………

(16)

سورۃ النحل آیت 98 اور سورۃ الاحزاب آیت 36

اِیون رِڈلی کا قبول اسلام

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ○ (النحل: 98)

اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَ الۡمُسۡلِمٰتِ وَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ الۡقٰنِتِیۡنَ وَ الۡقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الۡخٰشِعِیۡنَ وَ الۡخٰشِعٰتِ وَ الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ وَ الۡمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیۡنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ وَ الۡحٰفِظِیۡنَ فُرُوۡجَہُمۡ وَ الۡحٰفِظٰتِ وَ الذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ○ (الاحزاب: 36)

ترجمہ: مرد یا عورت جو بھی نیکیاں بجا لائے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اسے ہم یقیناً ایک حیات طیبہ کی صورت میں زندہ کر دیں گے اور انہیں ضرور ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے جو وہ کرتے رہے۔

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کئے ہوئے ہیں۔

…………………………

ایون رڈلی ایک انگریز نامور صحافی ہیں جنہوں نے افغانستان کا سفر اختیار کیا اور ایک مُلّا کے دیے ہوئے قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور قرآن کریم میں پیش فرمودہ تمام آیات جو خواتین کے بارے میں ہیں ان کا بغور مطالعہ کیا اور ان سے بے حد متاثر ہو کر افغانستان میں قید سے رہائی کے بعد واپس برطانیہ آ کر اسلام قبول کر لیا۔ جن متعدد ویب سائٹس میں ان کی بیان کردہ کہانی پیش کی گئی ہے وہ درجنوں کے قریب ہیں۔ ان کو BBC کی طرف سے امریکہ (نیو یارک) 9/11 کے ہولناک حادثہ کو کور کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جونہی وہ نیو یارک پہنچیں ان کو فون آیا کہ نیو یارک کے بجائے وہ فوری براستہ پاکستان افغانستان جائیں۔ پاکستان سے انہوں نے ایک shuttlecock برقعہ پہن کر بارڈر کراس کیا اور کابل پہنچ گئیں۔ وہاں ایک چھوٹا سا حادثہ ہوا اور وہ یہ کہ برقعے کے اندر انہوں نے کیمرہ رکھا ہوا تھا جو اتفاق سے گر گیا اور طالبان کو نظر آ گیا۔ انہوں نے وہاں کے بڑے مُلّا کے پاس لے جا کر ان کی ملاقات کروائی۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ برطانیہ کی جاسوس ہیں اور یہاں جاسوسی کی غرض سے بھیجی گئی ہیں۔ اس بنا پر ان کو نظر بند کر دیا گیا۔ وہاں اس مُلّا نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے بات ٹال دی اور یہ کہا کہ انہیں صحیح فیصلہ کرنے کے لئے وقت چاہئے۔ مُلّا نے ان پر کوئی ظلم نہ کیا اور عزت سے پیش آئے۔

اس دوران اس خاتون نے قرآن کریم میں سب سے پہلے جملہ آیات کا مطالعہ کیا جو عورتوں کے بارے میں تھیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے اس بیان کو نہایت عمدہ قرار دیا اور قرآنی تعلیمات دربارہ خواتین پڑھ کر وہ دل سے مسلمان ہو گئیں۔

گیارہ دن کے بعد وہ برطانیہ آ گئیں اور وہاں مسجد میں جا کر اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا۔ اس پر امام نے ان کو سمجھایا کہ ابھی آپ کے ذہن پر اس قید و بند کا اثر ہے۔ ابھی مزید مطالعہ کریں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کریم کی جملہ آیات جو خواتین کے بارے میں تھیں ان کا بغور مطالعہ کیا ہے اور ان سب کو میں نہایت عمدہ اور درست سمجھتی ہوں۔ قرآن کریم نے عورتوں کے بارے میں نہایت متوازن تعلیم دی ہے اور جو ہمیں بتایا گیا تھا وہ جھوٹ اور افتراء کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن کریم نے عورت کا صحیح مقام پیش کیا ہے۔ جتنے اعتراضات قرآن کریم پر کئے جاتے ہیں وہ سب نہ صرف جھوٹ بلکہ ایک بہتان ہے۔

انہوں نے تشہد پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اب وہ اسلام کی نہ صرف علمبردار ہیں بلکہ انہوں نے ایک blog شروع کیا ہے جس میں وہ اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتی ہیں۔ Facebook پر بھی ان کے کالم اور نقطۂ نظر مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے کئی ممالک کے دورے کئے

قائم شدہ 1952ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز

میاں حنیف احمد کامران

ربوہ 0092 47 6212515

28 لنڈن روڈ، مورڈن SM4 5BQ

0044 203 609 4712

0044 740 592 9636

اور ہر جگہ اپنی قبول اسلام کی داستان سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ یہ سارے پروگرام Youtube پر دیکھے اور سنے جاسکتے ہیں۔

(The Islamic Bulletin Volume 20 no.26, page 10-13.
www.youtube.com/watch?v=s INC ivBcQ)

………………………

(17)

سورۃ مریم رکوع نمبر 2-1

مصطفیٰ ڈیوس کا قبول اسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
کٓھٰیٰعٓصٓ۔ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا
اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا
قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ؕ۟ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا
وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ
وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا
وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ ۫ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا
وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ
اُبۡعَثُ حَیًّا

میں اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے پڑھتا ہوں

اے عالم وصادق خدا تو کافی اور ہادی ہے۔ اس سورۃ میں تیرے رب کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی۔

اس وقت کہ جب اس نے اپنے رب کو آہستہ آواز سے پکارا۔

یہ سن کر ابن مریم نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب بخشی اور مجھے نبی بنایا۔

اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت (وجود) بنایا ہے اور مجھے نماز اور زکوۃ کا تاکیدی حکم دیا ہے جب تک میں زندہ ہوں۔

اور مجھے اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے ظالم اور بدبخت نہیں بنایا

اور جس دن میں پیدا ہوا تھا اس دن بھی مجھ پر سلامتی نازل ہوئی تھی اور جب میں مروں گا اور جب مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

………………………

یہ کہانی مصطفی ڈیوس کی ہے جنہوں نے 1996ء میں 17 رمضان کو شمالی کیلیفورنیا (امریکہ) کی مسجد میں اسلام قبول کیا۔ ان کو بھی اسلام سے رغبت قرآن کریم پڑھ کر ہوئی اور قرآن میں سب سے پہلے انہوں نے سورۃ مریم پڑھی۔ مصطفی ایک دفعہ بائبل خریدنے کے لئے ایک کتاب گھر گئے اور شیلف پر رکھی ہوئی کتاب 'محمدؐ' کی سوانح عمری جو مارٹن لنکس کی تحریر کردہ ہے پڑھنی شروع کی۔ اس میں متعدد عربی اسماء کا ذکر تھا جن سے ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی مگر اس میں قرآن کریم کا ذکر بھی تھا۔

جب انہوں نے قرآن کریم کھولا تو سب سے پہلے ان کے سامنے سورۃ مریم کے صفحات تھے۔ چنانچہ انہوں نے سورۃ مریم کو پڑھنا شروع کیا اور مکمل سورت کا مطالعہ کرلیا۔ جب وہ اختتام پر پہنچے تو وہ خوشی اور غم کے جذبات سے معمور تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پورا بیان پڑھ لینے کے بعد وہ کتب فروش کی دکان پر ہی رونے لگ گئے۔ اور اس سورت نے ان کے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش، آپ کے مقام وغیرہ کی بابت جان کر وہ لکھتے ہیں ''بغیر وجہ معلوم ہوئے کہ کیوں یہ اثر ہوا کہ میں دکان میں ہی رونے لگ گیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کا یہ نسخہ خریدا تا کہ میں تفصیل سے پڑھ سکوں۔ میں جذبات پر بالکل قابو نہ رکھ سکا۔ یہ بھی بھول گیا کہ میں بائبل خریدنے یہاں آیا تھا۔

اگلے دن جمعرات کو میری ملاقات سینیگال کے ایک مسلمان سے ہوئی جو اپنی دکان پر ایک گاہک کے ساتھ مصروف تھے۔ انہوں نے بڑے تپاک سے مجھ سے بات چیت کی اور پوچھا کہ کیا میں مسلمان ہوں؟ کیونکہ میں مسلمان نظر آتا ہوں۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ ابھی میں نے قرآن کریم خریدا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا اور بار بار مجھ سے معانقہ کرتا اور یہ کہتا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

ایک اور مسلمان سے بھی میری بات چیت ہوئی جس نے ان کو گھر آنے اور جمعہ کے روز مسجد جانے کی دعوت دی۔ جب میں مسجد گیا تو وہاں کسی اور مسلمان نے ارکان اسلام اور شہادت کا تعارف کرایا۔ اور مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے وہیں کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔''

قرآن کریم پڑھ کر وہ دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ لوگوں کی دعوت پر انہوں نے اقرار باللسان بھی کرلیا اور رمضان 1996ء کو داخل اسلام ہوئے۔

(https://islamconverts.wordpress.com/2012/07/14/mustafa-davis-embraced-islam-after-reading-surah-maryam-mary/)

………………………

(18)

سورۃ طٰہٰ آیت 99

دانیال بینیشی (یُوکے)

اِنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ وَسِعَ کُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ○

ترجمہ: تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔

دانیال بینیشی ایک 26 سالہ پولیس آفیسر ہیں جو برطانیہ کے شہر Bristol میں مقیم ہیں اور اسی شہر کی یونیورسٹی میں اسلام کا تعارف یونیورسٹی کے طلباء کے ذریعے ہوا۔ انہوں نے سیرت النبی ﷺ پر کتب کا مطالعہ کیا۔ قریب کی مسجد میں تعارف کے طور پر گئے۔ متعدد کتب کے مطالعہ کے بعد ایک کتاب توحید کے بارے میں پڑھی۔ اس کے بعد قرآن کریم کا مطالعہ شروع کیا۔ وہ کہتے ہیں اس میں سے پہلے جس آیت پر میری نظر پڑی وہ سورۃ طٰہٰ کی آیت 99 تھی۔ کہتے ہیں کہ میں بچپن سے صمیم قلب سے واحد خدا کا شیدائی تھا۔ اس آیت کو پڑھ کر مجھے اسلام سے بے حد محبت ہوگئی اور میں نے نماز کے سجدوں میں شہادت محسوس کی اور وحدانیت میرے قلب و دماغ پر چھا گئی۔ چند دنوں کے بعد میں نے مسجد میں جا کر اسلام قبول کرلیا۔

یہ کہانی Youtube میں شیخ الکندانی فہد نے ریکارڈ کی ہے۔ اس پولیس آفیسر نے عربی سیکھی اور انتہائی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ نے میرے دل میں انتہائی گہرا اثر پیدا کیا اور میں اکثر اس کا ورد کرتا ہوں اور مجھے انتہائی عزیز ہے۔ وہ کثرت سے قرآن کریم پڑھتے ہیں۔ انہوں نے پولیس اکیڈمی میں تین شرائط کے ساتھ ملازمت قبول کی۔

1) وہ جمعہ جامع مسجد میں پڑھیں گے۔
2) پانچ نمازوں کا دوران ڈیوٹی اہتمام کریں گے۔
3) اور شعار اسلامی ڈاڑھی پابندی سے رکھیں گے۔

اس وقت وہ تبلیغ اسلام میں سرگرم ہیں اور بیشتر وقت تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔ شیخ فہد الکندانی نے ان کا جو انٹرویو لیا وہ Youtube پر موجود ہے۔

(http://www.youtube.com/watch?v=VLLpgTWUIqw)

………………………

(19)

سورۃ الانبیاء آیت 31

Denialle Lo Duca کا قبول اسلام

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○

ترجمہ: کیا کفار نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے، پس ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندہ کیا ہے۔ پس کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟

………………………

قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ کائنات خدا تعالیٰ کا فعل۔ معمولی عقل والا انسان بھی یہ یقین رکھے گا کہ خالق حقیقی کے کلام اور کام میں ایک مطابقت متوقع ہے اور جب بھی کائنات میں جاری انسانی سلسلہ تحقیق کسی حقیقت کو روشن کرتا ہے اور ایک عارف باللہ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر میں اس کا ذکر کر چکا ہوتا ہے تو متلاشیان حق فوری طور پر کلام اللہ کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور بے اختیار ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اس حقیقت کو اپنے اس شعر میں کیا خوب فرمایا ہے۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

موجودہ زیر نظر تحقیق میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ایک کثیر تعداد ان علم و دانش کے ستونوں کی ہے جو کہ دنیائے علم کے ستارے سمجھے جاتے ہیں۔ جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے خدا کے کلام اور کائنات کی مطابقت کو مشاہدہ کیا تو بے اختیار وہ کلمہ شہادت پڑھنے پر از خود مجبور ہو گئے۔ اور بلا مبالغہ سب نے یہ اعتراف کیا کہ ناممکن ہے کہ ہم اس مشاہدے کے منکر ہو سکیں۔ اگرچہ دنیا کے بعض افراد نے ان کا مذاق اڑایا۔ بعض نے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا مگر ان علمائے نے قرآن کریم کی ایک آیت کی مزید تصدیق کردی۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا
یعنی حقیقی علماء خشیت الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

مندرجہ بالا سورۃ الانبیاء کی آیت 31 میں تخلیق کائنات کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ کس طرح زمین و آسمان ایک گٹھڑی کی طرح بند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کھول دیا اور مزید یہ کہ دنیا کی ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ یہ دونوں حقائق جو پندرہ صدیوں پہلے قرآن کریم نے بیان کئے اب سائنسی دنیا بے نقاب کر چکی ہے۔

اس آیت کو پڑھ کر ایک کیتھولک خاتون جو بے دین ہو چکی تھیں اور تلاش حق میں مصروف تھیں Ms. Danialle Lo Duca فوراً مسلمان ہوگئیں۔ وہ قبول حق کی خودنوشت بیان میں یوں رقم طراز ہیں:

''مجھے خوب یاد ہے کہ ایک شام میں اپنے اپارٹمنٹ میں بیٹھی تھی اور قرآن کریم پڑھنے میں مصروف تھی کہ یہ آیت 21:31 میرے سامنے آئی کہ ''کیا کفار نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ پس ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندہ کیا ہے۔ پس کیا وہ ایمان نہیں لاتے۔''

میرا دماغ ایک دم کھل گیا اور میں نے اس آیت کو پڑھا۔ یہ تو Big Bang کا منظر تھا۔ ایک مفروضہ نہیں بلکہ حقیقت۔ اور یہ فقرہ کہ ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا یہ وہ حقیقت نہیں جو سائنس دانوں نے ابھی دریافت کی ہے۔ میں بالکل حیران رہ گئی۔ یہ میری زندگی کا سب سے زیادہ جلوہ افروز معمہ تھا۔ مزید برآں یہ اپنی ذات میں ڈرانے والا بھی تھا۔

میں نے مزید غور اور مزید مطالعہ کیا اور تحقیق کی اور متعدد کتب کا مطالعہ کیا۔ Pratt انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری میں بے شمار کتب کے ڈھیر کے سامنے بیٹھی تھی۔ میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، جب میں نے یہ سمجھ لیا کہ میں سچائی کے سامنے ہوں اور یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ سچ جو اس سے قبل مجھے معلوم نہ تھا اب یہ سوال ذہن میں آیا کہ اب کیا؟

میرے پاس اب صرف دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ میں اپنی اس تحقیق کا انکار کردوں جو مجھے ملی ہے۔ دوسرا راستہ اس حقیقت کو قبول کر لینے کا تھا۔ چنانچہ میں نے اس حقیقت اور سچائی کو پالیا اور اس کے بجز کوئی چارہ نہ تھا۔''

source://muslimobserver.com/i-was-graced-to-accept-islam/

Danielle La Duca ایک تیسری نسل کی امریکن خاتون ہیں جو اگرچہ catholic خاندان میں پیدا ہوئیں لیکن عملی طور پر بے دین ہوگئی تھیں۔ اچانک قرآن کریم کے مطالعہ نے ان کی زندگی بدل دی اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔ Pratt Institute سے انہوں نے BFA کیا۔ وہ اپنے شوہر اور پانچ بچوں کے ساتھ رہتی ہیں اور ہمہ تن خدمت اسلام میں مصروف رہتی ہیں۔

(http://aboutislam.net/reading-islam/how-did-i-end-up-muslim/)

………………………

(20)

سورۃ المومنون آیات 13 تا 15

ڈاکٹر تیجاٹ تیجاسن آف تھائی لینڈ

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ○ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ○

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا۔ اور پھر ہم نے اسے نطفہ کے طور پر ٹھہرنے کی ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ پھر ہم نے اس نطفے کو ایک لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کو مضغہ (یعنی گوشت کے مشابہ جما ہوا خون) بنا دیا۔ پھر اس مضغہ کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے اسے ایک نئی خلقت کی صورت میں پروان چڑھایا۔ پس ایک وہی اللہ برکت والا ثابت ہوا جو سب تخلیق کرنے والوں سے بہتر ہے۔

………………………

سورۃ المومنون کی ان آیات میں انسانی پیدائش کے چھ مدارج کا ذکر کیا ہے جو ماں کے پیٹ میں نشوونما کے دوران گزرتے ہیں۔ اس ضمن میں سائنسی تحقیقات نے یہ

ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم کی ارشاد فرمودہ یہ مختلف حالتیں خوردبین کے ذریعے مشاہدہ کی جاسکتی ہیں۔ یہ تحقیقات تفصیلی طور پر کی گئیں اور ان تجربات کے نتائج ایک میڈیکل کانفرنس میں 1983 میں پیش کئے گئے۔ تھائی لینڈ کے ڈاکٹر تیجائٹ تیجاسن نے اس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ تمام مدارج جو قرآن کریم نے 1400 سال پہلے پیش کئے، آج ہم تجرباتی طور پر ان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ چونکہ محمدؐ تو اُمّی تھے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ان کا ذریعۂ علم خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔

کہتے ہیں کہ میری تین سال کی تحقیق کا یہی خلاصہ ہے اور سٹیج پر انہوں نے تمام سامعین کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔ یہ چیانگ مائی یونیورسٹی میں شعبہ Anatomy کے صدر تھے اور تھائی لینڈ سے اس کانفرنس میں شامل ہونے آئے تھے۔

(https://www.youtube.com/watch?v=c4dZotwh8kA)

....

(21)

سورۃ نور آیت 41

ڈاکٹر فلپ گرینیر

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ○

ترجمہ: یا (ان کے اعمال) اندھیروں کی طرح ہیں جو گہرے سمندر میں ہوں۔ جس کو موج کے اوپر ایک اور موج نے ڈھانپ رکھا ہوا اور اس کے اوپر بادل ہوں۔ یہ ایسے اندھیرے ہیں کہ ان میں سے بعض بعض پر چھائے ہوئے ہیں۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے بھی دیکھ نہیں سکتا اور وہ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہ بنایا ہو تو اس کے حصے میں کوئی نور نہیں۔

....

سورۃ نور کی اس آیت میں منکرین رسالت اور منکرین خدا کی قلبی کیفیت کو ایک تشبیہ سے سمجھایا گیا ہے۔ جس طرح سطح سمندر کے نیچے درجہ بدرجہ تاریکی بڑھتی ہے یہاں تک کہ ایک فاصلہ پر تیراک اپنا ہاتھ بھی دیکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جن کو خدا اپنی روشنی سے نہیں نوازتا وہ اسی طرح کی گہری ظلمت کا شکار ہوتے ہیں۔ اس آیت سے دو آیات قبل اللہ تعالیٰ آسمانی نور کو بھی ایک عظیم تمثیل سے سمجھاتا ہے۔

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے متعدد افراد نے اس آیت کا خصوصی ذکر کیا ہے اور اپنے ذاتی مشاہدے اور تجربات کو ان آیات کی تصدیق کے لئے پیش کیا ہے۔ ہمارے مطالعے اور تحقیق کے مطابق کم از کم دو افراد ایسے ہیں جنہوں نے اس آیت کے مضمون کو حقیقت حال کے مطابق پا کر قرآن کریم کی صداقت کا اعلان کر دیا۔ ان دونوں کی کہانیاں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ بعض قارئین ایسے بھی ہیں کہ گو انہوں نے اسلام قبول نہ کیا مگر قرآنی صداقت کی تصدیق کی۔

یہ دو مسلمان ہونے والے حضرات مختلف ممالک اور مختلف زمانوں کے نامور افراد ہیں۔ ان میں فرانس کے ڈاکٹر فلپ گرینئر ہیں جو مرچنٹ نیوی کینیڈا سے تعلق رکھنے والے ماہر تیراک ہیں اور ایک امریکن میرین شامل ہیں۔

پہلی کہانی:۔

◉ ... یہ کہانی فرانسیسی ڈاکٹر فلپ گرینئر (Dr. Phillip Grenier) کی ہے جو فرانس میں ایک مشہور میڈیکل ڈاکٹر تھے اور گہرے سمندروں میں diving بھی کیا کرتے تھے۔ یہ فرانس کے سب سے پہلے مسلمان پارلیمانی رکن رہے ہیں۔ Scuba Diving ان کا کام کے علاوہ مشغلہ تھا۔ اور وہ اکثر سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے۔ اسی طرح ایک دن لمبی diving کے بعد وہ سمندر سے باہر آئے اور سستانے کے لئے باہر ٹہلنے لگے۔ قریب کی ایک دکان میں گئے اور ویسے ہی مختلف کتب دیکھنے لگے۔ جونہی آپ نے ایک کتاب کھولی تو سورۃ نور کی آیت 41 نظروں کے سامنے تھی۔ ایسا لگا کہ ان کی نظریں وہیں ٹک گئیں اور وہ اس کو بغور پڑھنے لگے۔ سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں پھیلے ہوئے گھپ اندھیرے کا جو نقشہ وہ روز مشاہدہ کرتے تھے اس کی من وعن تصویر اس عبارت میں کھینچی ہوئی تھی۔ وہ بہت حیران ہوئے اور دکان کے مالک سے پوچھا یہ کتاب کس نے لکھی ہے؟ اس نے کہا غالباً اس کا مصنف 'محمدؐ' ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا محمد (ﷺ) scuba diver تھے؟ اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اور قریبی مسلمان کی دکان پر جا کر پوچھا۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس پر بے اختیار ہو کر ان کے منہ سے نکلا کہ یہ لکھنے والا سچا ہے اور کچھ دنوں بعد الجیریا جا کر مسلمان ہو گئے۔

ایک مسلمان محمد مصری کو جب اس کہانی کا علم ہوا تو اس نے براہ راست ڈاکٹر Grenier سے ملنے اور ان سے گفتگو کا فیصلہ کیا۔ وہ اس چھوٹے سے شہر میں جہاں ڈاکٹر صاحب اپنی کلینک کرتے تھے پہنچ گئے اور ان سے تفصیلی انٹرویو لیا۔ یہ انٹرویو ایک اردو کتاب ''محمد ﷺ غیروں کی نظر میں'' میں شائع ہوا۔ اسی کتاب سے اس انٹرویو کے کچھ حصے پیش کئے جا رہے ہیں۔

''میں بہت جلد ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچا۔ اس کی پیشانی پر محبت اور خوش اخلاقی کے معصوم ستارے چمک رہے تھے۔ وہ مجھے بڑی گرم جوشی سے ملا۔ ایسی گرم جوشی سے جس سے اخوت اسلامیہ کا نام زندہ ہے۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکا تو میں نے پوچھا:

ڈاکٹر صاحب! آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے کیا اسباب ہیں؟

ڈاکٹر گرینئر نے جواب دیا 'قرآن پاک کی صرف ایک آیت''۔ یہ کہا اور خاموش ہو گیا۔

تو کیا آپ نے کسی مسلمان عالم سے قرآن پڑھا؟ اور اس ایک آیت نے آپ پر اثر کیا؟ میں نے پوچھا۔

نہیں! میں نے کسی مسلمان سے اب تک ملاقات نہیں کی: ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

پھر قرآن کی تفسیر پڑھی؟ میں نے پوچھا۔

تفسیر بھی نہیں پڑھی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

تو پھر یہ واقعہ کیونکر گزرا؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا ''میری جوانی سمندروں میں گزری ہے۔ مجھے سمندری بحری سفروں کا اس قدر شوق دامن گیر تھا کہ گویا میں ایک آبی مخلوق ہوں۔ میں اپنے دن اور رات پانی اور آسمان میں بسر کرتا اور اس قدر مسرور تھا کہ میری زندگی کا مقصد یہی ہے۔

انہی ایام میں قرآن کریم کے فرانسیسی ترجمہ کا ایک نسخہ جو موسیو قاری کے قلم سے تھا مجھے دستیاب ہوا۔ میں نے اسے کھولا تو سورۃ نور کی ایک آیت میرے سامنے تھی جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی تھی۔ میں نے اس آیت کو نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ اس آیت میں کسی گمراہ شخص کے متعلق ایک نہایت عجیب تمثیل بیان کی گئی تھی۔ آیت میں لکھا تھا کہ گمراہ شخص حالت انکار میں اس طرح دیوانہ وار ہاتھ پیر مارتا ہے جیسے ایک شخص اندھیری رات میں جب کہ بادل چھائے ہوں سمندر کی لہروں کے نیچے ہاتھ پاؤں مارتا ہو۔

ڈاکٹر گرینئر نے اس واقعے کو اس طرح بیان کیا کہ اس کا دل تمثیل کی عزت سے لبریز تھا۔ اور اس کے انداز بیان سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے نزدیک اس تمثیل کی عمدگی اور دلنشینی صداقت اسلام کی ایک بہت کافی دلیل ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے بیان سے میرا دل مطمئن نہ تھا۔ میں نے پوچھا ''ڈاکٹر صاحب اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا آیت یہ تھی '' ان کی مثال بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے۔ اس طرح کہ سمندر کو لہر نے ڈھانپا ہے۔ لہر کے اوپر لہر اس کے اوپر بادل ہے۔ یعنی اندھیرے پر اندھیرا۔ اس حال میں ایک شخص تہ دریا میں اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اس کو دیکھ لے۔ جس کو خدا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

جب میں نے یہ آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان کی واقعیت سے بے حد متاثر ہوا اور اس خیال کے باوجود بھی مجھے حیرت تھی اور رسول ﷺ کے اس کمال کا اعتراف تھا کہ انہوں نے گمراہوں کی آوارگی اور ان کی جدوجہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ گویا کہ وہ خود رات کی سیاہی، بادلوں کی تاریکی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بے حواسی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اس طرح گنتی کے چند لفظوں میں ایسی جامعیت کے ساتھ دریا کی صحیح کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمد ﷺ محض اُمّی تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کبھی سمندر نہیں دیکھا۔ اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہو گیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ محمد ﷺ کی آواز نہیں بلکہ اس خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ میں نے قرآن کو ایک ہاتھ میں لیا اور ان آیتوں پر بڑی احتیاط سے غور کرنے لگا اور چند دنوں میں مسلمان ہو گیا۔''

ایک فرانسیسی میگزین Saphire نے ڈاکٹر گرینئر کی تصویر الجیرین لباس میں شائع کی اور آپ کی زندگی کی جھلکیاں درج کیں اور زندگی کی مختصر تاریخ لکھی۔

Dr. Philippe Grenier
First Muslim MP for France
Written by
Amara Bamba
Tuesday, December 6, 2005

" Prior to December 20, 1896 no Muslim from Metropoliton France had been elected deputy of the Republic. French deputies were Christians, Jews, Athiests but none of them were Muslims. At that time, the religious beliefs of an MP were not a secondary endpoint. Philpppe Grenier knew he did not back down either period.

Born August 18, 1865, Died March 25, 1944
Accepted Islam in 1894 in Bilda, Algeria
Elected as the first Muslim MP in France for two terms in 1894 and 1896 "

(Saphire News, December 6,2005)

ڈاکٹر گرینز 18 اگست 1865ء میں پیدا ہوئے۔ اور 25 مارچ 1944ء کو وفات پائی۔ وہ بہت قابل، رحم دل اور ہمدردی مخلوق سے سرشار وجود تھے۔ انہوں نے 1894ء میں اسلام قبول کیا۔ 29 سال کی عمر میں حج کیا اور وہاں کا لباس اپنا لیا۔ یہ ملک فرانس کے سب سے پہلے پارلیمنٹ کے مسلمان ممبر منتخب ہوئے۔ قرآن کریم کے ذریعے اسلام قبول کیا اور ساری زندگی اس کے دلدادہ رہے۔ وہ اپنے شہر کے بزرگ کے طور پر مانے جاتے تھے۔ اور سب ان کی عزت کرتے تھے۔

ایک مسلمان ویب سائٹ نے ڈاکٹر گرینئر کا ایک بیان اس ضمن میں اپنی ویب سائٹ پر درج کیا ہے جو بہت دلچسپ ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اندرونی قلبی کیفیت کی تصویر پیش کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں نے یعنی (ڈاکٹر گرنیر) قرآن کریم کی جملہ آیات درباره طب، صحت اور قدرتی sciences کی مطالعہ کی ہیں۔ میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ قرآن کریم کی یہ جملہ آیات موجودہ تحقیقات اور علوم سے کمال مطابقت رکھتی ہیں۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ محمد ﷺ نے آج سے ایک ہزار سال قبل یہ علوم اس وقت دیئے جب ان کا نام و نشان بھی انسان کو معلوم نہیں تھا۔ یہ سب دیکھ کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں برملا کہتا ہوں کہ کوئی بھی موجودہ دور کا ماہر سائنس کا علم رکھتا ہو یا فنون لطیفہ کا ماہر ہو اگر قرآنی آیات کا بغور مطالعہ کرے گا اور اس کے دل میں کوئی تعصب نہیں ہو گا تو وہ یقیناً اسلام قبول کر لے گا جس طرح میں نے کیا''

http://www.imamreza.net/engl/imamreza.php?id=4079

(Mohammad in the Eyes of Non Muslims, pages236-238 Lahore)

دوسری کہانی:۔

◉ ... ڈاکٹر گیری ملر نے اپنی تصنیف "Amazing Quran" میں یہ کہانی درج کی ہے کہ ایک امریکن Marine کو ایک دفعہ قرآن کریم کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ اس نے ایک مسلمان سے قرآن حاصل کیا اور سورۃ نور کی آیت 41 پڑھ کر وہ اسی مسلمان کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ کیا 'محمدؐ' کشتی رانی کرتے تھے یا سمندر کی گہرائیوں میں تیراکی کے ماہر تھے؟ جب اس کو نفی میں جواب دیا گیا تو وہ اس آیت پر ششدر رہ گئے اور قرآن کریم کو کلام الٰہی قبول کر لیا کیونکہ یہ ایک ایسا حیرت انگیز بیان تھا اس کیفیت کا جو وہ سمندری طوفانوں میں عام طور پر مشاہدہ کرتا رہا جو قرآنی آیت کی حقیقی تصویر پیش کر رہا ہے۔ ڈاکٹر گیری نے اس مرچنٹ میرین کا نام نہیں لکھا صرف کہانی درج کی ہے۔

(The Amazing Quran by Dr. Gary Miller pg. 4)

(باقی آئندہ)

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

قرآن مجید کی وحی اور
آنحضرت ﷺ کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ

(حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ)

(1)

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی رؤیت اور مشاہدہ کا کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ التکویر میں چند ایک مہتم بالشان آنے والے انقلابات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے۔ وَلَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ (التکویر:24) یقینا آپ ان باتوں کو دیکھ چکے ہیں ایسے افق (یعنی بلند مقام) سے جو کھلے طور پر دکھانے والا ہے۔

اسی طرح سورۃ النجم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰیo مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَارَاٰیo اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰیo

(النجم :11تا13)

لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی۔

(النجم:19)

پس اس نے اپنے بندے کو وحی کی جو کی۔ دل نے جو دیکھا اس میں غلطی نہیں کھائی۔ کیا تم اس سے ان باتوں کے متعلق شک وشبہ کرتے اور الجھتے ہو جنہیں وہ دیکھ رہا ہے۔

اپنے ربّ کے بہت بڑے نشانات وہ یقیناً دیکھ چکا ہے۔

ان آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ تجلّیات وحی کے جو کلام کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں آپؐ کو روحانی آنکھوں سے بھی ان کے بارے میں مشاہدہ کرایا گیا تھا۔

آپؐ کے اس قسم کے مشاہدات کا نمونہ سورہ کہف اور سورہ مریم کی آیات بینات کے تعلق میں پیش کیا جاتا ہے۔

ذیل میں پہلے ان دونوں سورتوں کے مضمون کا خلاصہ پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مشاہدات کو بیان کیا جائے گا اور اس سلسلہ اخبار غیبیہ سے تعلق رکھنے والی دیگر سورتوں اور صحف سابقہ کی پیشگوئیوں کا ذکر بھی بطور مزید وضاحت کے کیا جائے گا۔

سورہ کہف کا موضوع

سورہ کہف کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا o قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا o مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًاo وَّ یُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔

(الکہف:2تا5)

ترجمہ: یعنی سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے یہ کتاب اپنے بندہ پر نازل کی اور اس میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن نہیں رکھا۔ سیدھی اور صحیح طور پر رہنمائی کرنے والی ہے تا کہ اپنے حضور سے نہایت ہی سخت خطرہ کے متعلق آگاہ کرے اور ان مومنوں کو بشارت دے جو اعمال صالحہ بجالاتے ہیں کہ ان کے لئے ایک ایسا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان لوگوں کو بدانجام سے ڈرائے جنہوں نے کہا کہ خدا نے ایک بیٹا اختیار کیا ہے۔‘‘

گویا اس کتاب کے نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ مومنوں کو نہایت شدید خطرہ سے آگاہ کیا جاوے اور یہ بشارت دی جاوے کہ ان کی محنت کا بدلہ ضائع ہونے والا نہیں بلکہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور عیسائیوں کو ان کے باطل عقیدہ کے برے انجام سے خوف دلایا جائے کہ ان کا ساختہ پرداختہ بوجہ عمل صالح نہ ہونے کے تباہ وبرباد کردیا جائے گا۔ یہ خلاصہ ہے سورہ کہف کی پہلی چھ آیات کا۔

سورہ مریم کا موضوع

سورہ مریم میں بھی اسی بأس شدید، بشارت اور فتنہء عیسائیت کی شدت اور اس کی کامل تباہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ کہف میں فرمایا تھا۔ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ۔ (الکہف:6) یعنی بہت خطرناک بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے یعنی یہ کہ خدا کا بیٹا ہے۔

اور سورہ مریم میں فرمایا۔ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡہُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ ہَدًّاo اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا (مریم:91-92) یعنی ’’قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر پڑیں اس لئے کہ انہوں نے رحمن کے لئے بیٹا تجویز کیا ہے۔‘‘

یہ الفاظ سورہ کہف کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر ہیں۔ یعنی ان کا ولد اللہ پکارنا اتنی خطرناک بات ہے کہ اس سے زمین وآسمان میں عنقریب ایک تہلکہ برپا ہوجائے گا۔

اسی طرح سورہ کہف کی ابتدائی آیات میں جس تبشیر وانذار کو تمثیلاً بیان کیا گیا ہے سورہ مریم کو اسی پر ختم کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّاo فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَتُنۡذِرَ بِہٖ قَوۡمًا لُّدًّاo وَکَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ہَلۡ تُحِسُّ مِنۡہُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَہُمۡ رِکۡزًاo (مریم:97 تا99)

یقیناوہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کئے عنقریب رحمن ان کے لئے محبت کا سامان مہیا کرے گا۔ ہم نے اس (پیشگوئی) کو تیری زبان سے آسان کردیا ہے تا کہ تُو متقیوں کو بشارت دے اور ایسی قوم کو اس کے بدانجام سے آگاہ کرے جو ضدی (اور کفر پر مصر) ہے۔ ہم نے کئی قومیں ان سے پہلے ہلاک کیں۔ کیا تو ان میں سے کسی کو دیکھتا یا ان کی آہٹ پاتا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کو پیش آنے والی بأس شدید کی خبر جو سورہ کہف میں دی گئی ہے اس کی نوعیت کو سورہ مریم کے پہلے چار رکوع میں واضح کیا گیا ہے۔

موعودہ بشارت کی نوعیت

نیز یہ بتایا گیا ہے کہ موعودہ بشارت رحمت خاصہ کی صورت میں ظاہر ہوگی جس کا نام نبوت ہے۔ چنانچہ اس سورت کو ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا (مریم:3) سے شروع کر کے اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے یہ بیان فرمایا ہے کہ جس قسم کی رحمت کا سلوک حضرت زکریاؑ، حضرت مریمؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا تیرا رب ویسا ہی سلوک رحمت تجھ سے بھی کرے گا۔

سورہ مریم کے پہلے چار رکوع میں ربّانی سلوک رحمت خاصہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت زکریاؑ کو اپنے بعد ناخلف وارثوں کے ہاتھوں ورثہ نبوت برباد ہونے کا جب خوف دامنگیر ہوا اور انہوں نے بڑے کرب وکراہ سے دعا کی جو قبول ہوئی اور انہیں ایک بیٹا یحییٰ دیا گیا جو نبی تھے۔ جب بنی اسرائیل غیر قوموں کے ہاتھوں پامال کئے گئے اور ان کا شیرازہ پراگندہ ہوگیا تو حضرت مریم کا انتخاب ہوا اور انہیں حضرت عیسیٰؑ عطا ہوئے تا وہ بنی اسرائیل کی بگڑی بنائیں۔ اسی طرح جب توحید دنیا سے ناپید ہوگئی اور حضرت ابراہیمؑ کو فکر دامنگیر ہوئی تو انہیں حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوب اولاد عطا کی گئی۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے کچھ عرصہ کے لئے جدا ہوئے تو ان کی غیر حاضری میں ان کے بھائی ہارونؑ کو ان کا جانشین بنایا گیا اور ان اولوالعزم انبیاء کو جو جانشین دیے گئے۔ ان میں سے ہر جانشین خلعت نبوت سے کم وبیش سرفراز کیا گیا اور رحمت مخصوصہ اللہ تعالیٰ کی صفت الوھاب سے ظہور میں آئی۔ (صفت وہابیت کا ذکر قرآن مجید میں تیئس جگہ وارد ہوا ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ ان میں سے اٹھارہ جگہ میں صالح بیوی اور صالح اولاد اور تین جگہ منصب نبوت کے عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ اس توارد سے ظاہر ہے کہ صفت وہابیت کا تعلق نیک ذریت اور نبوت کی نعمت سے مخصوص ہے۔)

سورہ مریم کے پہلے چار رکوع پڑھیں۔ آپ ان میں دو باتیں بار بار دہرائی ہوئی پائیں گے صفت وہابیت و رحمت اور ایسے جانشینوں کا ذکر جنہیں منصب نبوت عطا کیا گیا۔ ملاحظہ ہوں آیات۔

فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا۔ (مریم:6)

لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔ (مریم:20)

رَحۡمَۃً مِّنَّا۔ (مریم:22)

جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا۔ (مریم:31)

وَوَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ۔ وَکُلًّا جَعَلۡنَا نَبِیًّاo وَوَہَبۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا۔ (مریم:50۔51)

وَوَہَبۡنَا لَہٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ نَبِیًّا۔

(مریم:54)

صفت وہابیت و رحمت اور منصب نبوت والی خلافت کا یہ تکرار صاف طور پر بتلاتا ہے کہ سورہ مریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے بگڑنے اور بیرونی حملوں سے جب شدید خطرہ پیدا ہوگا تو اس یاس انگیز خطرے والی گھڑی میں آپؐ کے مقدس ورثہ کو سنبھالنے کے لئے اسی قسم کی رحمت کا ظہور صفت وہابیت کے ماتحت ہوگا۔

سورہ مریم اور سورہ کہف کا باہمی تعلق بلحاظ دو عظیم الشان پیشگوئیوں کے

یہ امر کہ آیا فی الواقع سورہ مریم کی آیات بینات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قسم کی بشارت کی خبر دی گئی ہے۔ اس سورۃ کے پانچویں رکوع کی آخری آیات سے بالکل ظاہر وواضح ہوجاتا ہے جہاں مذکورہ بالا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رحمت خاصہ کے سلوک کا ذکر کرنے بعد فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ وَّمِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡرَآءِیۡلَ وَمِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَاجۡتَبَیۡنَا اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُکِیًّاo فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّاo اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا o جَنّٰتِ عَدۡنِ الَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّاo (مریم:59 تا62)

یعنی یہ وہی ہیں جن پر انبیاء میں سے انعام کیا۔ آدم کی ذریّت سے بھی اور ان سے بھی جنہیں نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی ذریّت سے بھی اور ان سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور جن کو ہم نے چن لیا ہے۔ اور جب رحمٰن کی آیتیں ان پر پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدہ بجالاتے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کردی اور شہوتوں کے پیچھے لگ گئے عنقریب وہ کج روی کا بدلہ پائیں گے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور عمل صالح بجالائے وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ ہمیشگی کے وہ باغات جن کا وعدہ رحمٰن اپنے بندوں سے غائبانہ کر چکا۔ اس کا یہ وعدہ یقینا پورا ہو کر رہے گا۔

رحمت الٰہیہ کے چار قسم کے انعامات

مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل تین باتیں واضح ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ رحمت الٰہیہ کی چار قسموں (صالحیت۔ صدیقیت۔ شہیدیت اور نبوت) میں سے آیات مذکورہ بالا میں صرف انعام نبوت کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ نساء کی آیت 70 میں منعم علیہ گروہ کے چار درجے بیان کئے گئے ہیں۔ فرماتا ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا۔ یعنی جس نے اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ کیا ہی عمدہ ان کی رفاقت ہوگی۔ (یہاں شہید سے مراد وہ شخص ہے جس کا ایمان مشاہدہ والا ہو۔ یہاں مقتول فی سبیل اللہ مراد نہیں)

سورہ مریم میں جب انعام یافتہ گروہ کا ذکر فرمایا تو ان چار درجوں میں سے صرف ایک ہی درجہ یعنی نبیوں والے درجہ کا ذکر کیا اور باقی تین درجوں کو نظر انداز کردیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سورہ مریم کی آیات میں نبوت والی رحمت خاص ہی مقصود بالذات ہے نہ کوئی اور رحمت۔

اولوالعزم انبیاء کے چار دور اور ان میں رحمت مخصوصہ کا ظہور

دوئم۔ یہ کہ سورہ مریم کی مذکورہ بالا آیت میں چار دوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ کا دور، حضرت نوحؑ کا دور، حضرت ابراہیمؑ اور اسرائیل کا دور، اور چوتھا دور مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَاجۡتَبَیۡنَا والے گروہ کا۔ اور ہر دور میں ہر گروہ کی ذریّت میں سلسلہ نبوت قائم کرنے کا ذکر ہے۔

تیسرا دور جو حضرت ابراہیمؑ اور اسرائیل سے چلا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو صاحب شریعت نبی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو اُن کے تابع اور

غیرتشریعی نبی تھےختم ہوگیا۔

اس کے بعد **چوتھا دور** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اورآپؐ کی اُمّت کا شروع ہوتا ہے۔یہی وہ چوتھا دور ہے جو جملہ مِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا سے مراد ہے۔اس دور کے متعلق بھی ان الفاظ میں اسی طرح نبی جانشین بنائے جانے کا وعدہ مضمر ہے۔اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوتسلی دی گئی ہے کہ جس طرح انبیاء مذکورہ بالا کے لئے ایسے نبی خلفاء مبعوث کئے گئے تھے جنہوں نے شدید خطرہ کی حالت میں ان کے روحانی ورثہ نبوت کومحفوظ کیا اوران کی امتوں کوسنبھالااورآپ کاورثہ نبوت بھی خطرناک حالات پیدا ہوجانے پراسی قسم کے نبی جانشین بھیج کرمحفوظ کیاجائے گا۔

سورہ مریم کی محوّلہ بالا آیت پر ایک دفعہ پھرنظر ڈالیں۔مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ کے بعد وقفہ ہے۔آدم کے بعدوقفہ ہے۔ذریت ابراہیم واسرائیل پرپھروقفہ ہے۔یہ وقفے بلاوجہ نہیں۔ہر وقفہ دور نبوت پر دلالت کرتا ہے۔بنی اسرائیل کا دور جب ختم ہوا تو لامحالہ چوتھا دور جو شروع ہونے والاتھا آیت کے چوتھے ٹکڑے یعنی وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا میں اُمّت محمدؐیہ کا دور ہی مراد ہوسکتا ہے۔اس لئے ظاہر ہے کہ اس چوتھے دور میں بھی جو دور محمدؐی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نبوت سے سرفراز ہونے والے جانشینوں کی بعثت کی بشارت مذکور ہے۔اوریہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نے اُمّت محمدؐیہ کے لئے ابن مریم کے نازل ہونے کی بشارت دی تو آپؐ نے فرمایاوَاِمَامُكُمۡ مِنۡكُمۡ یعنی تمہارے امام تم میں سے ہوں گے نہ غیراُمّت سے۔

اب آپ خودسمجھ سکتے ہیں کہ صاف الفاظ میں سورہ مریم کی آیات میں اُمّت محمدیہ کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی کی گئی ہے۔یعنی یہ کہ جب یہ اُمّت شدید خطرہ سے دوچار ہوگی اوراس کے لئے اس کا مستقبل تاریک ہوجائے گا تو خدائے وہاب غیب سے اس کی نجات کا سامان علیٰ منہاج نبوت کرتا رہے گا اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اورآپؐ کے صحابہ کرامؓ کی محنت کو ضائع نہیں ہونے دے گا بلکہ ان کی محنت کا بدلہ دائمی ہوگا۔

امت محمدیہ ہی آخرالامم ہے جو انعام نبوت کے لئے چنی گئی ہے

سورۃ الانعام کی آیات 90 رکوع 10 میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کی ناقدری اورناشکرگزاری پرنبوت کی نعمت آئندہ مسلمانوں کوسپرد کی گئی ہے۔چنانچہ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنۡ يَّكۡفُرۡ بِهَا هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَدۡ وَكَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّيۡسُوۡا بِهَا بِكٰفِرِيۡنَ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اورحکمت اورنبوت عطا کی۔اگر یہ اس کی ناقدری کریں تو ہم یقیناً ایک ایسی قوم کو اس کا متولّی بنا چکے ہیں جواس کی ناقدری کرنے والے نہیں۔

اورسورۃ الحج کی آخری آیت میں فرماتا ہے:

وَجَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجۡتَبٰكُمۡ ...(الآیۃ۔)

یعنی اللہ کی خاطر جہاد کروجیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو(اس غرض کے لئے) چن لیا ہے۔

دونوں آیتیں نص صریح ہیں کہ آئندہ کے لئے جس قوم کونبوت اورعظیم الشان جہاد کے لئے چنا گیا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی اُمّت ہے۔خیر الامم کا لقب اس کواسی امتیاز کی وجہ سے دیا گیا ہے۔پس سورہ مریم کی آیت مِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کےسوااورکوئی اُمّت مرادنہیں ہوسکتی۔اسی اُمّت خیرالبشرمیں سے آئندہ کے لئے اُمّتی اورتابع نبی چنے جانے کا وعدہ سورہ مریم کی آیات مذکورہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا اورفرمایا گیا ہے اِنَّهٗ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِيًّا (مریم:62) یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔پر یہ وہ بشارت عظمٰی ہے جس کا ذکر بأس شدید سے آگاہ کرنے کے بعد سورہ کہف کی دوسری آیت میں اورپھر سورہ مریم کے آخر میں متقیوں سے کیا گیا ہے اوراس عظیم الشان بشارت کے پیش نظر سورہ مریم کی محوّلہ بالا آیات میں فرمایا گیا ہے کہ عبادالرحمن یہ بشارت دینے والی آیات سن کر سجدہ بجالاتے ہیں۔یہ قرینہ اورسیاق کلام مزید دلیل ہے جواس بات کاقطعی فیصلہ کرتی ہے کہ سورہ مریم کی آیات میں اُمّت محمدیہ کے لئے ہی بشارت دینا مقصود بالذات ہے۔یہ بات بے جوڑسی معلوم ہوتی ہے کہ نبی جانشین تو مبعوث ہوں غیروں میں اورسجدہ شکرہم بجالاتے پھریں!!

مسلمانوں کے فساد کے بعد توبہ کا موقع دیے جانے کا وعدہ

تیسری بات جس کا سورہ مریم کی محولہ بالا آیات میں ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کا نالائق ہوجانا،ان کا نمازیں ضائع کرنااورشہوات نفس کا پیرو ہوجانے کی خبر ہے۔اوریہ کہ اس حالت میں بھی انہیں توبہ واصلاح کا پھر دوبارہ موقع دیا جائے گااوران کوجنات عدن کاوارث کیا جائے گا۔دیکھیے! کس وضاحت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جَنّٰتِ عَدۡنِ الَّتِىۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَيۡبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِيًّا۔ (مریم:62)

یہ دائمی جنتوں کا وعدہ جوضرور پورا ہونا ہے اورجس کے متعلق اس آیت میں فرماتا ہے کہ یہ وعدہ قبل ازوقت غائبانہ مسلمانوں سے کیا جاچکا ہے دراصل یہ وہی وعدہ ہے جس کا ذکر سورہ کہف کی آیت وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًاo مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا۔ (الکھف3-4) میں کیا گیا ہے۔ عدن کے معنی بھی دائمی اور مَاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا کا بھی مفہوم دوام پر دلالت کرتا ہے۔یعنی یہ کہ مومنوں کی محنت کا بدلہ ایسا ہوگا کہ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ان کی محنت کو دوام حاصل ہوگا۔بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ کی وجہ سے جووقفہ پیدا ہوگا وہ عارضی ہوگا۔خدا تعالیٰ اس خطرہ کو دور کرے گا اوران کی حفاظت کا انتظام کیا جائے گا اورامت محمدؐیہ برباد ہونے سے بچائی جائے گی۔

جنّات عدن سے مراد

جنّات عدن سے مراد یقیناً مسلمانوں کی وہ دینی اوردنیوی بادشاہت ہی ہے جوعیسائی قوموں کے منصوبوں اورجنگوں کی وجہ سے ایک عرصہ تک مسلمانوں سے چھن جانے والی تھی۔لفظ بَاۡسٍ کے معنی خطرہ کے بھی ہوتے ہیں اورجنگ کے بھی۔اس چھنی ہوئی بادشاہت کے بحال کئے جانے کی بشارت کھلے الفاظ میں سورہ کہف میں بھی دی گئی ہے۔فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًاo اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّيَلۡبَسُوۡنَ ثِيَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ نِعۡمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا۔ (الکھف:32-31)

وہ جو ایمان لائے اورنیک عمل کیے ہم یقیناً ان لوگوں کی محنت جوعمل میں اعلیٰ درجہ کی ہیں ضائع نہیں کریں گے۔وہی جن کے لئے جنّٰتِ عَدۡن ہوں گے۔ان کے ماتحت نہریں جاری ہوں گی۔وہ سونے کے کڑے پہنائے جائیں گےاورسبزنفیس دیبائیں ریشمی لباس پہنیں گے۔تختوں پرگاؤ تکیہ لگائے ہوئے ہوں گےاوریہ کیا ہی اچھابدلہ ہےاورکیا ہی اچھی آسائش کی جنتیں ہوں گی۔

اس آیت میں جس قسم کےلباس کاذکر کیا گیا ہےوہ شاہانہ پہناوا ہے۔قدیم زمانہ میں رواج تھا کہ تخت نشینی کے وقت بادشاہوں کوسونے کے کنگن پہنائے جاتے تھے اورریشمی لباس ان کے زیب تن ہوتا اورتخت پران کے لئے گاؤ تکیہ رکھا جاتا۔اس لئے اس آیت کا پیرایہ بیان بطور استعارہ کے ہے اوراس سے مراد بادشاہت ہے۔فرعون اپنی بادشاہت کے متعلق جب فخرکرتا ہےتو حضرت موسیٰ علیہ السلام کوطعنہ دیتا ہے لَوۡلَاۤ اُلۡقِىَ عَلَيۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ (الزخرف:54) یعنی کیا اسے سونے کے کنگن ڈالے گئے ہیں؟اس سے بھی اس کی یہی مراد ہے کہ یہ شخص بادشاہی سےمحروم ہے۔سورۃ الدہر میں الفاظ مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ (الدھر:14) نیز سُنۡدُس اوراِسۡتَبۡرَق وغیرہ جووارد ہوئے ہیں ان سے بھی بادشاہت ہی مراد ہے۔چنانچہ فرماتا ہے۔اِذَا رَاَيۡتَ ثَمَّ رَاَيۡتَ نَعِيۡمًا وَّ مُلۡكًا كَبِيۡرًا (الدھر:21) یعنی اگر تو دیکھے تو وہاں بہت بڑی نعمت اوربہت بڑی بادشاہت دیکھے گا۔چنانچہ سورۃ الدہر میں مسلمانوں سے مُلۡكًا كَبِيۡرًا (الدھر:21) کاایک وعدہ فرمایا گیا ہے وہ صحابہ کرامؓ سے پورا کیا گیااورسورہ کہف اورسورہ مریم میں بادشاہت کا دوسرا وعدہ ہے جو پہلی بادشاہت چھن جانے کے بعدان سے پورا ہونے والا ہے۔

یہ امرکہ آیاان دونوں سورتوں میں فی الواقع آئندہ کی دوسری بادشاہت مراد ہے جو دجال کی تباہی کے بعد مسلمانوں کو دی جانی ہے۔خودآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تصریح سے بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے سورہ کہف کی آیات کوفتنہ دجال سے مخصوص فرمایااورظاہر ہے کہ دجال کاظہوراوراس کاغلبہ آخری زمانہ میں مقدر ہے۔نیز یہ امر سورہ مریم کے چوتھے رکوع کی آخری آیت اورپانچویں رکوع کی ابتدائی آیت سے بھی واضح ہے جہاں فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کومخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مریم:65) کہ ہم یہ بشارت اللہ تعالیٰ کے حکم سے لائے ہیں اسی کا ہے جو اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے اورجو ہمارے پیچھے ہوگااورجوان کے درمیان ہونے والا ہے۔وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اورتیرارب بھولنے والانہیں۔اوراس کے بعد معاً فرماتا ہے: وَيَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَيًّا (مریم:67) کہ انسان تعجب سے کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو پھرزندہ نکالا جاؤں گا۔کیاانسان کویادنہیں کہ ہم نے اس کو پہلے بھی بنایا تھاجب کہ وہ کچھ نہیں تھا۔سوتیرے رب ہی کی قسم ہم ان کو(یعنی ناخلف مسلمانوں کو) شیطانوں (سرکش قوموں) کے ساتھ جنگ کے لیے اکٹھا کریں گے اورپھروہ جہنم کے اردگرد زانوکے بل گرائے جائیں گے۔

سورہ مریم میں سورہ کہف والے بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ کا حوالہ

سورہ مریم کی محوّلہ بالا آیات میں لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ وَالشَّيٰطِيۡنَ (مریم:69) کے الفاظ سے جس حشرکاذکر کیا گیا ہے یہ وہی ہنگامہ جنگ ہے جس کاذکرسورہ کہف کی اس آیت میں ہے:

وَيَوۡمَ نُسَيِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَى الۡاَرۡضَ بَارِزَةً وَّحَشَرۡنٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا (الکھف:48)

حشر کے معنی جنگ کے لئے اکٹھا کرنا۔اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اورتو ساری زمین کولڑائی کے لئے صف آرا دیکھے گااورہم ان عیسائی قوموں کو جنگ کے لئے اکٹھا کریں گے اوران میں سے کسی کوبھی پیچھے نہیں رہنے دیں گے۔اس محشرکارزار کے ذکر کوسورہ مریم کی مذکورہ بالا آیت میں دہرایا اوربتلایا گیا ہے کہ ناخلف مسلمانوں کوبھی انہی سرکش قوموں کے ساتھ اس عالمگیر ہنگامہ میں شریک کیا جائے گا۔سورہ کہف میں ان جنگوں کوایسی آگ قرار دیا گیا ہے جس کی قناتیں عیسائی اقوام کی چاروں طرف سے گھیرنے والی ہوں گی۔فرماتا ہے۔وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ بِئۡسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا۔(الکھف:30) یعنی یہ کہو کہ یہ بات تمہارے رب کی طرف سے اٹل ہے پس جو چاہے مانے جو چاہے انکار کرے۔یقیناً ہم نے ان ظالموں کے لئے ایسی آگ تیارکی ہے جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرلیں گی۔اوراگروہ مددطلب کریں گےتوان کی مددبھی ایسے ہی پانی سے کی جائے گی جوکھولتے ہوئے تانبے کاساہوگاجوان کے چہروں کوجھلس دے گا۔اورپھر اس آگ کو سورہ کہف کے پانچویں رکوع میں حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ (الکھف:41) کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔یعنی ایسی آگ جوآسمان سے گرائی جائے گی۔فرماتا ہے کہ جب انہیں اپنے انگوررستان کے متعلق یہ گمان پیدا ہوگا کہ یہ کبھی تباہ ہونے والا نہیں وَيُرۡسِلَ عَلَيۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصۡبِحَ صَعِيۡدًا زَلَقًا (الکھف41:) تو اللہ تعالیٰ آسمان سے آگ بھیجے گا جو اسے چٹیل میدان بنادے گی۔گویا کہ زمین میں روئیدگی تھی ہی نہیں۔

سورۃ مریم کے آخری رکوع میں بھی ان ظالم اقوام کی مکمل تباہی کاذکر کھلے الفاظ میں کیا گیا ہے۔یہ خلاصہ ہے سورہ کہف اورسورہ مریم کے موضوع کا۔یہ دونوں سورتیں ہم معنی اورمترادف ہیں۔ایک میں انذار کے پہلو کوزیادہ نمایاں کیا گیااوردوسری میں بشارت کے پہلو کو۔

(ماخوذازماہنامہ الفرقان۔جنوری1953ء)

(باقی آئندہ)

بقیہ: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے مباہلہ کا کھلا چیلنج از صفحہ نمبر 4

اُس کی سیاہی ان کے چہروں پر پھرگئی ہے۔‘‘

(خطبات طاہرجلد7۔صفحہ560-561)

اسی طرح آپؒ نے فرمایا:

’’بہرحال یہ ایک ایساعظیم الشان تاریخی نوعیت کا نشان ہےجس کے اوپر ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت ظاہر ہونے کے نتیجہ میں شکر واجب ہو گیا ہے اور یہ شکر خداتعالیٰ کی حمد کے ذریعہ ظاہر ہوناچاہئے۔‘‘

(خطباتِ طاہرجلد7۔صفحہ563)

(باقی آئندہ)

سخیوں کے سخی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا حاتم طائی کی اولاد سے حسن سلوک

(حافظ مظفر احمد)

قبیلہ طے کے حاتم طائی کا نام اپنی سخاوت کی وجہ سے ملک عرب میں مشہور و معروف تھا اور اس کی سخاوت کے قصّے ضرب المثل اور زبان زدِ عام تھے۔ بچپن میں ہی والد کی وفات کے بعد حاتم نے اپنی دولتمند اور سخی والدہ کی آغوش میں تربیت پائی۔ وہ بچپن میں ہی اپنا کھانا وغیرہ ساتھیوں کو دے دیا کرتا تھا۔ دادا نے اونٹوں کی نگرانی کا کام اس کے ذمہ لگایا تو حاتم نے اجنبی مہمانوں کے لیے تین اونٹ ذبح کردیئے اور باقی ان میں تقسیم کرکے دادا کے سامنے فخریہ اظہار کیا کہ میں نے آپ کے خاندان کا نام دنیا میں روشن کردیا ہے۔

حاتم کی دوسری شادی یمن کے بادشاہ کی بیٹی ماویہ سے ہوئی تھی۔ دونوں بیویوں سے اس کے تین بچے تھے جن میں سے بیٹی سفانہ اور بیٹے عدی کو رسول اللہ ﷺ کے احسان کے صدقے قبول اسلام کی سعادت ملی۔

اس کی بیوی ماویہ سے حاتم کی غیر معمولی سخاوت کا کوئی واقعہ سنانے کو کہا گیا تو اس نے بتایا کہ قحط کا زمانہ تھا۔ خود ہمارا گھرانہ حاتم سمیت فاقہ سے بدحال تھا کہ رات کے وقت ایک عورت نے آکر اپنے بھوکے بچوں کے کھانے کے لیے فریاد کی۔ حاتم نے اٹھ کر اپنا گھوڑا ذبح کرکے پہلے اسے کھانے کے لیے دیا۔ پھر اپنے بال بچوں کو بھی جگا کر کھلایا اور جب تک اپنی قوم کے ایک ایک گھر میں جا کر وہ گوشت تقسیم نہ کرلیا، خود کھانا نہیں کھایا۔ (البدایہ والنھایہ جزء2 صفحہ 214)

ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دعویٰ نبوت سے 33 سال قبل حاتم طائی فوت ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہ پاسکا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو دیکھتا کہ اس شہ عرب کے جود و سخا کی بارش کسی ایک علاقہ پر نہیں بلکہ ساری دنیا اور ہر مذہب و ملّت کے لیے تھی کہ وہ رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے اور ان کی سخاوت اپنا نام روشن کرنے کے لیے نہیں بلکہ محض للہ اور ہمدردیٔ خلق کی خاطر عام تھی کہ خود حاتم کا خاندان بھی اس سے محروم نہ رہا کہ عرب کے اس مشہور سخی کے خاندان پر بھی رسول کریم ﷺ کے بڑے احسان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ’’آپ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور آپؐ کی سخاوت رمضان کے مہینہ میں اپنے انتہائی عروج پر پہنچ جاتی تھی، جب جبریلؑ آپؐ سے ملاقاتیں کرتے تھے اس وقت آپؐ کی سخاوت اپنی شدت میں تیز آندھی سے بھی بڑھ جاتی تھی۔‘‘ (بخاری کتاب الصوم باب 7)

ماہ رمضان کی آمد آمد پر آپ ﷺ قیدیوں کو رہا فرماتے اور ہر سوال کرنے والے کو عطا کرتے تھے۔ (شعب الایمان بیھقی جزء5 ص236)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی سائل کا سوال پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو جواب میں ہاں فرماتے اور اگر آپؐ کا جواب نفی میں ہوتا تو خاموش رہتے۔ چنانچہ کبھی کسی کے لئے ’’نہ‘‘ کا کلمہ آپؐ کی زبان پر جاری نہیں ہوا (یعنی کسی کو کبھی نفی میں جواب نہیں دیا)۔ (مجمع الزوائد للہیثمی جلد9 صفحہ 13 بیروت)

ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک شخص آیا، آپؐ نے بکریوں سے بھری ایک وادی اسے عطا فرمادی۔ (مسلم کتاب الفضائل باب 14) دوسری روایت میں ہے کہ اس نو مسلم عرب سردار نے آپؐ سے وادی کے درمیان زمین کا بھی مطالبہ کردیا۔ آپؐ نے زمین کی چراگاہیں اور بکریوں کے ریوڑ سمیت سب کچھ اسے عطا کردیا۔ یہ واقعہ اس کے لئے معجزے سے کم نہ تھا۔ وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا تو اس حیرت انگیز تاثر کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اے میری قوم! تم سب مسلمان ہوجاؤ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو اتنا دیتے ہیں کہ فقر و فاقہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ (مجمع الزوائد للہیثمی جزء8 صفحہ 572)

فتح مکہ اور فتح حنین کے بعد بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم کے ایسے حیرت انگیز نظارے دیکھے گئے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے سردارِ مکہ صفوان بن امیہ کو تالیف قلب کی خاطر سو اونٹ عطا فرمائے، پھر سو اونٹ دیئے، پھر سو اونٹ دیئے (گویا تین صد اونٹ عطا فرمائے) صفوان خود کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جب یہ عظیم الشان انعام عطا فرمایا اس سے پہلے آپؐ میری نظر میں سب دنیا سے زیادہ قابل نفرت وجود تھے لیکن جوں جوں آپؐ مجھے عطا فرماتے چلے گئے، آپؐ مجھے محبوب ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آپؐ مجھے سب دنیا سے زیادہ پیارے ہوگئے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب 14)

الغرض ہمارے صاحب خلق عظیم آقا کے عالیشان جود و سخا کی کوئی نظیر نہیں۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے

بہر ایں خاتم شد است اُو کہ بجود
مثل اُو نے بُود نے خواہند بود

کہ رسول اللہؐ اس لئے خاتم (النبیین) ٹھہرے کہ جود و سخا میں نہ آپؐ جیسا کوئی ہوا، نہ آئندہ ہوگا۔

آپؐ کے جود و سخا کے بے شمار واقعات میں سے اس وقت خاندانِ حاتم طائی پر احسان کے دلچسپ واقعات کا تذکرہ مقصود ہے:

فتح مکہ کے بعد جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو فتح حاصل ہوئی تو بے شمار بکریوں، اونٹوں وغیرہ کے مال غنیمت کے ساتھ چھ 6 ہزار عورتیں و مرد قید ہوکر غلام بنے۔ ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی۔ روایت ہے کہ ’’فتح حنین کے بعد جب حاتم طائی کے قبیلہ کے قیدی رسول کریمؐ کی خدمت میں پیش ہوئے تو ان میں ایک حسین و جمیل اور خوبصورت لڑکی بھی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ اسے دیکھتے ہی انسان اس پر فریفتہ ہوتا تھا میں نے دل میں سوچا کہ رسول کریمؐ سے عرض کروں گا کہ یہ مجھے عطا فرمادیں مگر جب اس لڑکی نے رسول کریمؐ سے گفتگو کی تو حسن و جمال سے کہیں بڑھ کر اس کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ اس نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ ہمیں آزاد کردیں تا قید کی ذلّت ہمارے دشمن قبائل کے لیے موجب شماتت نہ ہو۔ خود میرا باپ دوسروں کی پناہ کا بہت احترام کرتا تھا۔ قیدیوں کو آزاد کرتا تھا۔ بھوکے کو کھانا کھلاتا تھا۔ ننگے کو لباس مہیا کرتا تھا، مہمان کی مہمان نوازی کرتا اور کھانا کھلاتا تھا، سلام کو عام کرتا تھا اور کسی ضرورتمند کو خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتا تھا۔ میرے اس عظیم باپ کا نام حاتم طائی تھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لڑکی! یہ تمام خوبیاں جو تم نے بیان کیں، ایک سچے مومن میں پائی جاتی ہیں۔ کاش تمہارا باپ ہمارا زمانہ پاکر اسلام قبول کرنے کی توفیق پاتا۔ ہم اس سے محبت و الفت سے پیش آتے اور اس پر بہت لطف و کرم کرتے پھر آپؐ نے فرمایا: اس لڑکی کو آزاد کردو۔ یہ اس باپ کی بیٹی ہے جو اعلیٰ اخلاق پسند کرتا تھا اور خدا کو بھی عمدہ اخلاق بہت پسند ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا خدا بھی اعلیٰ اخلاق پسند کرتا ہے؟ رسول کریمؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جنت بھی حسن خلق سے ملتی ہے۔‘‘ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد5 صفحہ 341)

یوں حاتم طائی کی بیٹی کو دربارِ رسالت سے انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا گیا اور وہ مسلمان ہوکر واپس لوٹی۔

اس کے بھائی اور حاتم طائی کے بیٹے عدی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا حسن سلوک بھی کچھ کم نہیں۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کا سردار تھا اور عرب رواج کے مطابق مال غنیمت کا چوتھا حصہ وصول کرتا تھا۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارہ میں سنا تو مجھے یہ پیغام ناگوار گزرا۔ اور میں نے اپنے ایک غلام چرواہے کو بکریاں چرانے کے کام سے فارغ کرکے یہ نئی ذمہ داری سونپی کہ جب تمہیں اس علاقے میں محمدؐ کے لشکروں کے آنے کا پتہ چلے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا۔ ایک دن وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ محمدؐ کے حملے سے بچنے کے لیے جو حفاظتی تدبیر تم نے کرنی تھی کرلو کیونکہ محمدؐ کے لشکر سر پر ہیں۔ عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ منگوائے اور اپنے اہل و عیال کو ان پر سوار کیا اور ملک شام میں اپنے ہم مذہب عیسائیوں کے پاس جا کر پناہ لی۔ میری ایک بہن اور کچھ دیگر رشتہ دار پیچھے رہ گئے تھے۔

بہن بیچاری پر یہ مصیبت گزری کہ وہ جنگ حنین میں قید ہوگئی۔ جب قیدی رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے اور حضورؐ کو پتہ چلا کہ حاتم طائی کا بیٹا ملک شام کو بھاگ گیا ہے۔ میری بہن (سفانہ) کا آپ سے تعارف ہوا تو اس کے ساتھ بہت احسان کا سلوک کیا اور اسے آزاد کرکے پوشاک، سواری اور اخراجات عنایت فرمائے۔

عدی بیان کرتے ہیں کہ بہن مجھے ڈھونڈتی ہوئی ملک شام آنکلی۔ وہ مجھے کوسنے لگی کہ تم بہت ظالم اور قطع رحمی کرنے والے ہو۔ اپنی بہن اور رشتہ داروں کو پیچھے چھوڑ آئے۔ میں نے نادم ہوکر معذرت کی۔ وہ بہت دانا خاتون تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس شخص (محمدؐ) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ میری مانو تو جتنا جلدی ممکن ہے ان سے جا کر ملاقات کرو۔ اگر تو وہ نبی ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو تمہارا ان کے پاس جلد جانا باعث فضیلت ہے اور اگر صرف ایک فاتح بادشاہ ہیں تو بھی تمہیں شاہی قربت نصیب ہوگی۔ میں نے غور کیا کہ واقعی مشورہ تو بہت عمدہ ہے۔

اس طرح عدی کی بہن نے اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کیے بغیر حکمت عملی سے انہیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آمادہ کرلیا۔

عدی کہتے ہیں میں مدینہ پہنچا اور اپنا تعارف کروایا تو حضورؐ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور گھر جانے لگے۔ راستے میں ایک کمزور بوڑھی عورت ملی، اس نے آپؐ کو روک لیا۔ آپؐ دیر تک کھڑے اس کی بات سنتے رہے۔ میں نے یہ انکساری دیکھ کر دل میں کہا: یہ شخص بادشاہ تو نہیں لگتا۔ پھر جب حضورؐ کے گھر پہنچا تو کمرے میں محض ایک گدیلا پڑا تھا جس کے اندر کھجور کی شاخیں بھری تھیں۔

حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے بچھا کر مجھے بیٹھنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ آپؐ اس پر تشریف رکھیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں اس پر تو آپ ہی بیٹھیں گے اور خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ زمین پر بیٹھ رہے۔ میں نے پھر سوچا کہ خدا کی قسم یہ تو بادشاہوں والی باتیں نہیں۔ پھر حضورؐ مجھے بار بار فرماتے رہے کہ عدی تم اسلام قبول کرلو امن میں آجاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں پہلے سے ایک دین پر قائم ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے تمہارے دین کا تم سے زیادہ پتہ ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا: مجھ سے زیادہ؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم فلاں عیسائی فرقہ سے ہونا! میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تم بطور عرب سردار قدیم دستور کے مطابق مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ بھی وصول کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں پتہ ہے تمہارے دین کے مطابق یہ طریق جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: جی حضور۔

یہ سن کر میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم! یہ تو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا نبی معلوم ہوتا ہے جو یہ علم رکھتا ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: اے عدی! تمہیں اس دین میں داخل ہونے میں یہی روک ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ اس کی پیروی کمزور اور غریب لوگوں نے کی ہے جنہیں سارے عرب نے دھتکار دیا ہے۔ خدا کی قسم! ان لوگوں میں مال کی اتنی کثرت ہوگی یہاں تک کہ مال لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ پھر فرمایا تمہارے اس مذہب کے قبول کرنے میں دوسری روک یہ ہوسکتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے اور دشمن زیادہ تو سنو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ دین غالب آئے گا اور ایک شتر سوار عورت تنہا عرب کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بے خوف و خطر سفر کرے گی اور اکیلی بیت اللہ آکر طواف کرے گی۔ پھر فرمایا: تمہارے اسلام قبول کرنے میں تیسری روک یہ ہوسکتی ہے کہ ہمارے پاس بادشاہت نہیں۔ خدا کی قسم بڑے بڑے محلات مسلمانوں کے لیے فتح کیے جائیں گے۔ اسلام کی شوکت اور فتح کا یہ زمانہ بہت قریب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ مؤثر تبلیغ سن کر حاتم طائی کے بیٹے عدی نے بھی اسلام قبول کرلیا اور رسول اللہ ﷺ کے غلاموں میں شامل ہوگیا۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 225–226، بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم کو اپنی قوم کے صدقات (محاصل) پر عامل مقرر فرمایا۔ (سنن الکبریٰ للبیھقی جزء7 صفحہ 15)

عدی بن حاتم اپنی قوم کا معزز سردار تھا۔ رسول کریم ﷺ نے بھی ہمیشہ اس سے محبت اور عزت کا سلوک فرمایا۔ وہ خود رسول اللہ ﷺ کے شفقت و احترام کا یہ ذکر بھی کیا کرتے تھے کہ میں جب بھی نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ہمیشہ میرے لیے مجلس میں کشادگی پیدا کرکے جگہ بنائی یا جنبش فرمائی تا جگہ پیدا ہو۔ ایک روز آپؐ کسی گھر میں تشریف فرما تھے جو آپؐ کے صحابہ سے بھرا ہوا تھا۔ جونہی آپ کی نظر مجھ پر پڑی، آپؐ نے میرے لیے کشادگی پیدا کی اور میں آپ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا۔ (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم جزء4 صفحہ 2191)

معلوم ہوتا ہے حاتم طائی کی سخاوت کی نیکی اور ادا اللہ تعالیٰ کو بھی ایسی پسند آئی کہ ان کی اولاد کو اسلام کی نعمت سے مالامال کردیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے احسانات کے مورد ٹھہرے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

بقیہ: خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 20

نسبت فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:68)۔ یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا حالانکہ لوگوں نے طرح طرح کے دکھ دیئے۔ وطن سے نکالا۔ دانت شہید کیا۔ انگلی کو زخمی کیا اور کئی زخم تلوار کے پیشانی پر لگائے۔ سو درحقیقت اس پیشگوئی میں بھی اعتراض کا محل نہیں کیونکہ کفار کے حملوں کی علت غائی اور اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کرنا یا دانت شہید کرنا نہ تھا بلکہ قتل کرنا مقصود بالذات تھا۔ سو کفار کے اصل ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے محفوظ رکھا‘‘۔

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 301 حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں ’’لکھا ہے کہ اول مرتبہ میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کو برعایت ظاہر اپنی جان کی حفاظت کے لئے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:68)۔ یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو رخصت کر دیا اور فرمایا اب مجھ کو تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں‘‘۔ (الحکم مورخہ 24 اگست 1899ء جلد 3 نمبر 30 صفحہ 2)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پہلے انبیاء نے بھی پیشگوئیاں فرمائی تھیں کہ وہ نبی کسی کے ہاتھوں قتل نہ ہوگا۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 11۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) دیکھیں آپ کی مخالفت بھی سب سے بڑھ کر ہوئی لیکن ہر موقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھتے ہوئے دشمن کو ناکام و نامراد کیا۔ جب آپ کے گھر کا گھیراؤ کیا گیا تو کس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی آنکھوں پر پٹّی باندھ کر آپ کو محفوظ رکھا۔ غار میں جب آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے تو کس طرح دشمن کی عقل پر پردہ ڈال کر محفوظ رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے ہاتھ سے قتل نہ کیا جانا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے اور قرآن شریف کی صداقت کا ثبوت ہے۔ ... اور پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی درج تھی کہ نبی آخر زمان کسی کے ہاتھ سے قتل نہ ہوگا‘‘۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 11۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں اور ہر زمانے کے لئے نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجے تھے اس لئے یہ مخالفت آپ کی زندگی کے بعد ختم نہیں ہوگئی بلکہ دشمنان اسلام اور غیر مذاہب والوں میں سے نام نہاد تاریخ دان اور مذاہب کے ماہرین یا جو بلا وجہ استہزاء کرنے والے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو ہر چیز سے بالا سمجھتے ہوئے آپ کے خلاف گھٹیا اور ذلیل حملوں کو نہیں چھوڑا اور آج تک ایسے لوگ پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں جو مختلف مذاہب میں سے ہیں لیکن آپ کی ذات کو گھٹیا نشانہ بناتے ہیں۔

آج دیکھ لیں عمومی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہے جسے گندے الزامات کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں، آپؐ ہی وہ آخری شرعی نبی ہیں جو تمام زمانوں اور قوموں کے لئے مبعوث کئے گئے۔ کسی اور مذہب کی اس طرح مخالفت نہیں ہوئی۔ کسی اور مذہب کے بانی کی اس طرح مخالفت نہیں ہوئی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور ہو رہی ہے۔ پس اس مخالفت سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ جتنی زیادہ یہ مخالفت ہوگی اتنا زیادہ اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلے گا۔ اس آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آپ کا وہ عاشق صادق بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کا پہلوان ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے جَرِیُ اللّٰہ کہا ہے۔ جس نے آپ کی لائی ہوئی تعلیم سے بھی دشمن کے اوچھے حملوں کے وہ دندان شکن جواب دیئے ہیں کہ مخالفین کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں رہی بلکہ آپ کے اس کلام کے ذریعہ سے آپ کے ماننے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے وہ علم اور نور فراست عطا فرمایا ہے کہ دشمن کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ چنانچہ کل بھی مَیں نے ذکر کیا تھا کہ عرب ملکوں میں ایک عیسائی پادری کی طرف سے عیسائیت کے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جو حملے تھے ان کے جواب میں جب ہمارے احمدی عرب بھائیوں نے ایم ٹی اے پر عربی پروگرام شروع کیا تو اب مخالفین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان سے بات ہی نہیں کرنی۔ پس اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے حفاظت کی یہ ذمہ داری اُس وقت، اس زمانہ تک محدود نہیں تھی جو آپ کی زندگی کا زمانہ تھا۔ بلکہ آپ کی شریعت، آپ کا دین ہمیشہ رہنے والا دین ہے اور اس لحاظ سے آپ تا قیامت زندہ رہنے والی ہستی ہیں اور ہر زمانے میں اور ہر وقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی، قرآن کریم کی سچائی اور آپ کے آخری شرعی نبی ہونے اور اسلام کے آخری مذہب ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔

آج بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آسمان سے نشان ظاہر فرما رہا ہے اور وہ خدا جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندگی بخش ہے آج صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر حقیقت میں عمل کرنے والوں اور ایمان رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور یہ لوگ مسیح محمدی کے ماننے والے ہیں جنہوں نے دلائل اور براہین سے دشمنوں کے منہ بند کر دیئے ہیں جس کی مثال مَیں نے دی تھی۔ بے شمار اَور مثالیں ہیں۔ ہر روز ہر موقع پر ہمیں نظر آتی ہیں۔ یہ صرف عرب دنیا میں نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر ملک میں اُس زندہ خدا کے، اُس آخری نبی کے غلام صادق کے ماننے والے نشان دکھا کر، دلائل دے کر، مخالفین کے، دشمنان اسلام کے منہ بند کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا۔ جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔ جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے۔ جس نے ہر یک ملحد کے وسواس دُور کئے۔ اور سچا سامان نجات کا کہ جس کے لئے کسی بے گناہ کو پھانسی دینا ضرور نہیں اور خدا کو اپنی قدیمی اور ازلی جگہ سے کھسکا کر کسی عورت کے پیٹ میں ڈالنا کچھ حاجت نہیں۔ اصول حقہ کی تعلیم سے ازسرنو عطا فرمایا۔ پس اس دلیل سے کہ اس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے اور اس کا درجہ اور رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اب تواریخ بتلاتی ہے۔ کتاب آسمانی شاہد ہے اور جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اس قاعدہ کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے وہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘‘۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 97 حاشیہ)

پھر اسلام کی سچائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ پہلوان جس نے اس زمانے میں دشمن اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو ایک محاذ کھڑا کیا گیا تھا اس کے ایسے منہ توڑ جواب دیئے ہیں جس سے اسلام کی سچائی ثابت ہو سکے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’یاد رہے کہ کسی مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یعنی اس بات کے ثبوت کے لئے کہ مذہب منجانب اللہ ہے دو قسم کی فتح کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

اوّل یہ کہ وہ مذہب اپنے عقائد اور اپنی تعلیم اور اپنے احکام کی رُو سے ایسا جامع اور اکمل اور اَتم اور نقص سے دور ہو کہ اس سے بڑھ کر عقل تجویز نہ کر سکے۔ اور کوئی نقص اور کمی اس میں دکھلائی نہ دے۔ اور اس کمال میں وہ ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہو۔ یعنی ان خوبیوں میں کوئی مذہب اس کے برابر نہ ہو۔ جیسا کہ یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:4)۔ یعنی آج میں نے تمہارے لئے اپنا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا اور مَیں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب ہو۔ یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ کے بارے میں بیان کی ہے اس حقیقت پر تم قائم ہو جاؤ۔ اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اُسی کا حق تھا۔ اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس دعویٰ سے دستبردار ہیں۔ کیونکہ توریت میں خدا تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے کہ مَیں تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی قائم کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو شخص اس کلام کو نہ سنے گا مَیں اس سے مطالبہ کروں گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانے کی ضرورتوں کی رُو سے توریت کا سننا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی آتا اور مواخذہ الٰہیہ سے مخلصی پانا اس کلام کے سننے پر موقوف ہوتا جو اس پر نازل ہوتا۔

ایسا ہی انجیل نے کسی مقام میں دعویٰ نہیں کیا کہ انجیل کی تعلیم کامل اور جامع ہے بلکہ صاف اور کھلا کھلا اقرار کیا ہے کہ اَور بہت سی باتیں قابل بیان تھیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ سب کچھ بیان کرے گا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی توریت کو ناقص تسلیم کر کے آنے والے نبی کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی تعلیم کا نامکمل ہونا قبول کر کے یہ عذر پیش کر دیا کہ ابھی کامل تعلیم بیان کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ کامل تعلیم بیان کر دے گا‘‘۔ (اور یہ پیشگوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بارے میں) پھر فرمایا کہ ’’مگر قرآن شریف نے توریت اور انجیل کی طرح کسی دوسرے کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی کامل تعلیم کا تمام دنیا میں اعلان کر دیا اور فرمایا کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:4)۔ ... پس اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا‘‘۔

فرماتے ہیں: ’’پھر دوسری قسم فتح کی جو اسلام میں پائی جاتی ہے جس میں کوئی مذہب اس کا شریک نہیں اور جو اس کی سچائی پر کامل طور پر مہر لگاتی ہے اس کی زندہ برکات اور معجزات ہیں جن سے دوسرے مذاہب بکلّی محروم ہیں۔ یہ ایسے کامل نشان ہیں کہ ان کے ذریعہ سے نہ صرف اسلام دوسرے مذاہب پر فتح پاتا ہے بلکہ اپنی کامل روشنی دکھلا کر دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یاد رہے کہ پہلی دلیل اسلام کی سچائی کی جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں یعنی کامل تعلیم وہ درحقیقت اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ مذہب اسلام منجانب اللہ ہے ایک کھلی کھلی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایک متعصّب منکر جس کی نظر باریک بین نہیں ہے کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ایک کامل تعلیم بھی ہو اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ پس اگرچہ یہ دلیل ایک دانا طالب حق کو بہت سے شکوک سے مخلصی دے کر یقین کے نزدیک کر دیتی ہے۔ لیکن تاہم جب تک دوسری دلیل مذکورہ بالا (یعنی زندہ برکات اور معجزات کی) اس کے ساتھ منضم اور پیوستہ نہ ہو کمال یقین کے مینار تک نہیں پہنچا سکتی اور ان دونوں دلیلوں کے اجتماع سے سچے مذہب کی روشنی کمال تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگرچہ سچا مذہب ہزارہا آثار اور انوار اپنے اندر رکھتا ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالب حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کر دیتی ہیں اور مکذّبوں پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہیں‘‘۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 3 تا 6)

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ توریت اور انجیل ایک آنے والے کی گواہی دے رہی ہیں۔ اس پیغام کو نہ سمجھ کر ان کے ماننے والوں نے اس عظیم نبی کی مخالفت کی جو حقیقت میں ان کی تصدیق کرنے کے لئے آیا تھا۔ قرآن کریم نے بھی اس پیغام کو سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن اگر کوئی سمجھنا چاہے اور جس کے سننے کے کان ہوں۔ لیکن اگر یہ اپنی کتب کے پیغام کو نہ سنیں اور بھائیوں میں سے نبی کے آنے کی تشریح کریں جو بغیر جوڑ کے ہو تو اس کا تو کوئی علاج نہیں۔ بنی اسرائیل کے بھائی تو اسماعیل کی نسل میں سے ہونے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم آخری نبی ہیں جو اس قوم میں ہوئے۔ تاریخ اس کو ثابت کرتی ہے۔ توریت اور انجیل کو ماننے والوں کو اس مؤاخذہ سے بچنے کے لئے اس پیغام پر غور کرنا چاہئے جس کی طرف ان کی اپنی کتابوں نے توجہ دلائی ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ بات قرآن کریم نے بھی بتائی ہے اور کھول کر فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:82)۔ اور جب اللہ نے نبیوں کا میثاق لیا کہ جبکہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دے چکا ہوں۔ پھر اگر کوئی ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو اس بات کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لے آؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ اب نبی تو اس وقت موجود نہیں ہونے تھے اس لئے ان کی اُمّتوں کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔

پھر فرمایا ان سے اقرار لیا گیا۔ تم اس بات کا اقرار کرتے ہو، اس بات پہ مجھ سے عہد باندھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران:82)۔ کہ پس تم گواہی دو اور مَیں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ تو قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نبیوں سے، تمام نبیوں سے یہ عہد لیتا ہے۔ اس میں بھی عمومی طور پر ذکر ہے۔ اسی طرح موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی عہد لیا گیا کہ ہمارے بعد ایک نبی آئے گا اسی طرح پہلے انبیاء سے بھی عہد لیا گیا تو سب نے جس نبی کے آنے کی نشانی بتائی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ہی ہیں۔ قرآن کریم نے یہ کہا ہے کہ جو نبی آئے گا وہ تصدیق کرنے والا ہوگا۔ مُصدِّق ہوگا۔ اس سے صرف اتنی مراد نہیں ہے کہ تصدیق کر دی کہ پہلے صحیفے درست ہیں یا اعلان کر دیا کہ جو کچھ پہلے صحیفوں میں آیا ہے درست ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتو کوئی بھی نام نہاد یہ اعلان کرسکتا ہے کہ مَیں بھی نبی ہوں۔ میں اس بات کی تصدیق کر رہا ہوں کہ پہلے صحیفے درست ہیں۔ اوّل تو ہم یہ کہتے ہیں ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ پرانے صحیفوں کی تمام باتیں اپنی اصل حالت میں نہیں ہیں۔ صرف وہ باتیں درست ہیں جن کی قرآن نے بھی تصدیق کی اور ان کو درست قرار دیتا ہے اور تاریخی حقائق اور عقل بھی ان کو درست تسلیم کرتی ہے۔ کئی غیر مسلم بھی اس بارے میں لکھ چکے ہیں۔ ایک مغربی لکھنے والے نے تو مکمل طور پر اس بات سے انکار کیا ہے کہ بائبل آسمانی صحیفہ ہے۔

(God Speaks to us, too by Susan M. Shaw page 84 the university press of kentucky USA 2008)

بہر حال یہ تو ان کے مسائل ہیں۔ لیکن مُصدِّق کا مطلب ہے کہ جو اِن الہامی کتابوں میں پیش کیا گیا ہے، پیشگوئیاں کی گئی ہیں، ان کی گواہی دینے والا تصدیق کرنے والا جو بعد میں آئے گا وہ ان پیشگوئیوں کا مصداق بھی ٹھہرے گا۔ اگر انصاف کی آنکھ سے دیکھا جائے تو نظر آ رہا ہے کہ واقعی یہ پیشگوئیاں اس ذات میں پوری ہو رہی ہیں۔ حقیقت میں یہ پیشگوئیاں اس ذات میں پوری ہو رہی ہیں۔ کسی جعلی نبی کے لئے ممکن نہیں کہ ان پیشگوئیوں کو پورا کر کے دکھائے۔ پس دعویٰ کرنے والے کی سچائی بھی اور پیشگوئی کی سچائی بھی اس سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے وقت اور دعوے کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں۔ مثلاً بائبل میں یہ لکھا ہے (Deuteronomy) استثناء باب 33 آیت 2 میں کہ ’’خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اس پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے دائیں ہاتھ پر اس کے لئے آتشی شریعت تھی‘‘۔

(استثناء باب 33 آیت 2 شائع کردہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لندن 1887ء)

اب یہ دس ہزار کا لفظ جو ہے بعض بائبلوں میں کم از کم اردو ترجمہ میں تبدیل کر کے لاکھوں میں لکھ دیا گیا ہے۔ (استثناء باب 33 آیت 2 شائع کردہ پاکستان سوسائٹی انارکلی لاہور 2011) کیونکہ یہ پیشگوئی ایک شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ کے موقع پر پوری ہوتی نظر آتی ہے جب دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آپ مکّہ میں داخل ہوئے۔

سیناء سے آنا تو حضرت موسیٰ کے بارے میں ہے۔ شعیر سے مراد حضرت عیسیٰ کی جگہ ہے۔ اور فاران کا علاقہ عرب کا علاقہ ہے۔ بلکہ پیدائش باب 21 اور آیت 14 سے 21 میں اس کی وضاحت بھی ہے اور فاران کا علاقہ وہ قرار دیا گیا ہے جس میں حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو ابراہیم چھوڑ کر گئے تھے۔ (پیدائش باب 21 آیت 14 تا 21 شائع کردہ پاکستان سوسائٹی انارکلی لاہور 2011) پس صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آنے والے نبی تھے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں تھے۔ اس کے علاوہ بھی بائبل میں کئی جگہ یہ پیشگوئیاں ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پوری ہوتی ہمیں نظر آتی ہیں۔

پس یہ دو چیزیں ہیں، جو میں نے ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس میں اور ایک یہ پیش کی لیکن اس کے علاوہ بھی اس طرح کی بہت ساری ہیں۔ یہ دلائل ثابت کرتے ہیں کہ وہ نبی جو آنے والا تھا وہ تصدیق کرنے والا تھا وہ پیشگوئیاں خود اس بات کی تصدیق کر رہی ہیں کہ یہی وہ نبی ہے جو سچا ہے اور آخری ہے اور جس کی شریعت دائمی ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ پس یہ پیغام بھی دنیا میں ہم نے ہر جگہ پہنچانا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب مَیں جیسا کہ میں نے بتایا کہ اس زمانے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بھی ہو رہی ہے اور بعض نام نہاد پڑھے لکھے سمجھتے ہیں کہ یہ مخالفت کرنے میں ہی ہماری عقل کا اظہار ہے اور مذہب سے انصاف ہے لیکن ان ملکوں میں بھی اور ان قوموں میں بھی ایسے بھی ہیں جو انصاف کی نظر سے بھی دیکھنے والے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے چند ایک کی مثالیں مختصراً مَیں دیتا ہوں۔

ایک مسٹر جے فیوک (Johann Fück) ہیں۔ یہ بڑے پڑھے لکھے انسان ہیں۔ انہوں نے اسلام کی تعلیمات پر ایک مضمون لکھا ہے۔ وہ ’’عربی رسول کی اصل شخصیت‘‘ کے موضوع پر لکھتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اَن مٹ تاثر ان کے بے مثال ذاتی کردار کی وجہ سے ہے۔ اس رسول کے نمونے نے ان کے متبعین کے لئے، ان تمام صدیوں کے دوران ان کے پیروکاروں کے لئے ہدایت کا طریق کار مہیا کئے رکھا ہے‘‘۔

(Zeitschrift Der Deutschen MorgenIndischen Gesellschaft by Paul Kahle, Article "Die Originalitt des arabischen Propheten" by Fuck, Johann. Band 90 (Neue Folge Band 15), Leipzig 1936. no. 3-4: pg. 525.)

پھر ایک مصنف ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات لکھی۔ آر وی سی باڈلی (R.V.C Bodley) لندن کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت کو ان کے اصل رنگ میں پیش کروں۔ یعنی ایک عرب جیسا کہ میں صحرا کے عربوں کو جانتا ہوں، ایک سادہ مزاج آدمی لیکن عظیم شخصیت کا مالک جن کا دل اپنے لوگوں کی بہبود کے لئے خیالات سے پُر رہتا ہے۔ ایک ایسا انسان جس کو القاء تو ہوتا تھا لیکن اپنے اعمال میں منطق کو کام میں لاتے تھے۔ جو مردوں اور عورتوں کی طبعی کمزوریوں کو برداشت اور درگزر کرتے تھے کیونکہ وہ ان کو سمجھتے تھے۔

(The Messenger the life of Mohammed by R.V.C. Bodley Page 8 Doubleday & Company, INC. Garden city, New York 1946.)

بہر حال ان کی اپنی ایک تشریح کچھ نہ کچھ تو ساتھ ہوتی ہے۔

پھر ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) نے لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی شخصیت کے جمال کی وجہ سے ممتاز تھے۔ یہ ایک ایسا ظاہری وصف ہے جو شاذ کے طور پر ہی ناپسند کیا جاتا ہے سوائے ان کے جو اس عطیہ سے محروم ہوئے۔ ان کی گفتگو شروع ہونے سے قبل تمام قسم کے سامعین ہر طرف سے محبت اور تعریف کے ساتھ انہیں سننے کے لئے مستعد ہو جاتے۔ لوگ ان کی پُر تمکنت موجودگی پر، آپ کے شاہانہ طور اطوار پر، آپ کی محبت بھری مسکراہٹ پر، آپ کی لہراتی ہوئی ریش مبارک پر، آپ کی شکل وصورت پر جو آپ کی روح کے سنسنی خیز جذبات کی عکاسی کرتی اور وہ اشارے جو آپ کی زبان کے پُر شوکت لفظ کو ظاہر کریں، تمام باتوں پر لوگ داد دیتے اور تعریفوں کے پُل باندھتے۔ زندگی کے عام فرائض کی ادائیگی کے اوقات میں آپ بڑی استقامت کے ساتھ اپنی ملکی شائستگی کی رسوم نبھاتے۔ مکہ کے غریب ترین شہریوں کے لئے آپ کی مؤدبانہ توجہ پُروقار ہوتی تھی۔ آپ کی یادداشت وسیع اور گہری تھی۔ آپ کی فراست عام فہم اور طبیعت میں ملنساری تھی۔ آپ کا تصور بلند تھا۔ آپ کا فیصلہ صاف ستھرا تھا۔ تیزی سے کیا جاتا اور فیصلہ کُن ہوتا۔ آپ سوچ اور عمل کی شجاعت رکھتے تھے جو اس بات پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ آپ ایک اعلیٰ ترین ذہین انسان تھے۔

پھر کہتے ہیں کہ محمدؐ کا مذہبی عقیدہ ہر قسم کے شک وشبہ اور ابہام سے پاک اور قرآن خدا کی وحدت کی شاندار شہادت ہے۔ خدا کے نبی نے بتوں، انسانوں، ستاروں اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول اصول کی بناء پر ردّ کر دیا کہ جو طلوع ہوتا ہے اسے غروب ضرور ہونا چاہئے۔ جو پیدا ہوا ہے اسے مرنا ضروری ہے۔ اور جو چیز خراب ہوسکتی ہے اس نے ضرور گل سڑ کر فنا ہونا ہے۔ اس کائنات کے خالق کے بارے میں اس کا منطقی ثبوت اس بات کا مظہر تھا اور وہ انتہائی احترام کے ساتھ ایک ازلی ابدی ہستی پر یقین رکھتا تھا جس کی کوئی شکل نہیں، جو لامحدود ہے۔ لازوال اور بے مثال ہے۔ ہمارے پوشیدہ ترین خیالات میں موجود ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں اس کے وجود اور فطرت کا حصہ ہیں اور اپنے اندر سے ہی وہ یہ تمام اخلاقیات اور ذہنی کمال اور سنجیدہ صداقتیں رکھتا ہے۔ یہ تمام اعتقادات اس کے مریدوں میں مضبوطی کے ساتھ پائے جاتے ہیں جنہیں قرآن کے مفسروں نے میٹافیزیکل (metaphysical) درستگی کے ساتھ بیان کیا۔ پھر کہتا ہے کہ محمد کے اقوال سچائی کے سبق اور ان کے اعمال پارسائی کے سبق تھے‘‘۔ (The Decline and Fall of the Roman Empire by Edward Gibbon vol 3 page 486, 489, 492 London 1872) تو جو حقیقت پسند ہیں ان کو بھی ان لوگوں کو دیکھنا چاہئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مخالفت میں قدم اٹھاتے ہیں یا زبان درازی کرتے ہیں۔

پھر ایک الفونسے ڈی لیمارٹین (Alphonse de Lamartine) ہیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک فلسفی، فصیح واعظ اور خطیب، ایک رسول، قانون دان، بہادر سپاہی، فاتح جدید خیالات کا موجد، منطقی قواعد واصول کو قائم کرنے والا، بن تصویروں یا بتوں کے مذہب لانے والا، کرہ ارض پر بیس سلطنتوں کا بانی اور ایک روحانی سلطنت کا قائم کرنے والا یہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وہ تمام معیار جن سے کسی انسان کو ناپا جاسکتا ہے ہم اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کیا دنیا میں کوئی اور ایسا انسان ہے جو ان سے بڑا ہو؟ (Histoire La turquie A. De Lamartine Tome Premier page 280 Paris 1855)

پھر ایک مصنفہ کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) ہیں (یہ موجودہ زمانے کی ہیں اور آجکل کتابیں لکھتی ہیں) یہ لکھتی ہیں کہ اسلام کو ایک غیر مقدس علوم کی شاخ میں ڈال دینا اور یہ تصور کر لینا کہ اس کا اثر اَغلب طور پر منفی رہا ہے، غلط اور غیر منصفانہ ہے۔ یہ اس قوت برداشت اور اس ہمدردی مخلوق کے جذبات کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے جو عام طور پر مغربی سوسائٹی کی معاشرت کا حصہ خیال کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام بہت سے عیسائیت اور یہودیت کے خیالات اور اعتقادات میں ان حقیقی باتوں میں حصہ دار ہے جن میں ردّ و بدل نہیں کی گئی۔ پھر کہتی ہیں کہ اگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دنیا کی اَور تاریخی ہستیوں پر پرکھتے تو یقیناً ہم انہیں دنیا کی کئی بڑی شخصیتوں کے برابر پاتے۔ (خیر یہ تو اس کی غلط بات ہے۔ بہت بالا پاتے، جس طرح کہ پہلے انہوں نے لکھا ہے) ایک کامل ادبی شاہکار کی تخلیق اور ایک بڑے مذہب کی بنیاد اور دنیا کے نظام نو کی بنیاد کوئی معمولی کارنامے نہیں ہیں۔ کہتی ہیں کہ مَیں نے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ جب رشدی نے کتاب لکھی تھی تو مجھے یہ بات از حد قابل رحم لگی رشدی کا محمد کے متعلق بیان ایک ایسا بیان تھا جسے مغربی دنیا کے لوگ پڑھنا چاہتے تھے۔ اس لئے مجھے یہ بہت اہم لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اصلی و سچی کہانی بھی لوگوں تک بہم پہنچائی جائے کیونکہ وہ دنیا کی ایک ایسی قابل ذکر ہستی تھی جو دنیا میں زندہ رہی یا اس دنیا میں پیدا ہوئی۔

پھر کہتی ہیں کہ یہ خیال ہی کر لینا کہ محمدؐ کسی ایسی چیز کی بنیاد رکھیں گے جس میں وہ خوشی محسوس کریں کہ ان کے نام پر اس طرح خون بہایا جائے (گیارہ ستمبر والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے) ان کے خلاف ایک غیر واضح الزام ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی تمام زندگی اس قسم کے بلاتفریق عام خون بہانے کے انسداد کے لئے گزاری ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ محمدؐ جہاد کے عام معنوں کا پرچار کرنے والوں کی بجائے وہ تو امن کا شہزادہ تھا۔

(Muhammad a biography of the Prophet by Karen Armstrong page 11, 12, 14, 52. book readers international Quatta 2004)

پھر مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) ہیں۔ کہتے ہیں کہ دنیا کے سب سے زیادہ اثر و رسوخ رکھنے والی شخصیات میں میرا سب سے پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انتخاب کرنا بعض قارئین کو ضرور حیران کر دے گا اور کچھ لوگ سوال کریں گے لیکن تاریخ انسانی میں صرف وہی ایک شخص تھا جو دینی اور دنیاوی ہر دو امور کی سطح پر سب سے زیادہ کامیاب تھا۔

(The 100 A ranking of the most influential persons in history by Michael H. Hart page 33 New York 2008)

یہ اسٹرانومی اور فزکس کے پروفیسر ہیں۔ امریکہ میں بھی انہوں نے کام کیا ہے۔

پھر سیزر اِی فرح (Caesar E. Farah) ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ محمدؐ واقعی طور پر تاریخ کی بڑی ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ دس سال کے مختصر عرصہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنے مشن میں کامیاب ہو جانا آپ کے مذہب اور آپ کے حسن اخلاق پر آپ کو خراج عقیدت ادا کرنے کا مستحق بنا دیتا ہے۔ آپ کی زندگی اور آپ کا کام آپ کی ذہانت کی زندہ گواہ ہے۔ آپ نے اتنی بنیادی اور ضروری تبدیلیاں ایسی قوموں اور لوگوں میں پیدا کر دیں جو اپنی کبھی نہ مٹنے والی خودستائی اور تکبر اور سرکشی کا ازل سے شکار تھے۔

(Islam by Caesar E. Farah Ph.D page 61 Edition 7th USA 2003)

پھر کیرس ویڈی (Charis Waddy) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اسلام کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ اس بات پر قائم رہے کہ وہ بھی تمام دوسرے انسانوں کی طرح ایک بشر ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا پیامبر بنایا اور اپنا کلام قرآن مجید ان پر الہام فرمایا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پُرتاثیر کامیابی کا راز اپنے مولیٰ کی اطاعت اور اپنی ذات کو مکمل طور پر اس کے احکامات وہدایات کے مطابق ڈھال لینے میں ہے۔ انہوں نے یہ تمام کارنامہ اپنی ذاتی طاقت سے نہیں کیا بلکہ وہ عظیم الٰہی طاقت کے آلہ کار بنے۔ ان کو کوئی ذاتی خواہش ترقی کی طرف نہیں لے کر گئی۔ اپنے مشن کی کامیابی کے لئے بار بار آپ کو اپنی ایگو (ego) میں کشمکش کا سامنا رہتا اور تسخیر

نفس کے لئے کوشاں رہتے۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں ہماری طرح ہی کاموں میں مصروف رہتے تھے لیکن مکمل خدا کے لئے تھے اس طریق سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک سچے انسان کا مقدس فریضہ انجام دیا جو انسانیت کا اصل مقصد ہے اور اسی لئے آپ کو انسان کامل کہا جاتا ہے۔

(The Muslim Mind by Charis Waddy page 36 Longman London & New York 1976)

ایک لکھنے والے مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) ہیں۔ کہتے ہیں دنیا میں عیسائیوں کی آبادی مسلمانوں سے تقریباً دوگنی ہے اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا درجہ عیسیٰ سے اونچا بتایا جانا عجیب لگے گا۔ اس فیصلہ کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا درجہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے اونچا ہے۔ کہتے ہیں اس فیصلہ کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسلام کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے بہ نسبت عیسیٰ (علیہ السلام) کے جو انہوں نے عیسائیت کی ترقی کے لئے ادا کیا۔ اگرچہ عیسائیت کے اخلاقی اور عملی اصولوں کے ذمہ دار عیسیٰ (علیہ السلام) ہی تھے۔ اگرچہ یہ رسول یہودیت سے مختلف بھی تھے لیکن عیسائی دین کو اصلی نشوونما دینے والا سینٹ پال تھا۔ عیسائیت کے اصولوں میں تبدیلی لانے والا اور عہد نامہ جدید کے بڑے حصہ کا مصنف بھی وہی سینٹ پال تھا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دین اسلام اور اس کے اخلاقی اور عملی اصولوں کے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے نئے مذہب اور اس کے اخلاقی اور عملی اصولوں کے پھیلانے اور قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ اسلامی مقدس کتاب یعنی قرآن کے مصنف بھی ہیں جو ان کے خیال کے مطابق خدا کی طرف سے الہام کی گئی۔ اس کے زیادہ تر ارشادات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی جمع کر لئے گئے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ اگرچہ قرآن مسلمانوں کے نزدیک اتنا ہی اہم ہے جتنی کہ بائبل عیسائیوں کے نزدیک لیکن قرآن کے وسیلے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اثر بہت زیادہ رہا ہے۔ یہ اغلب ہے کہ اسلام پر محمد کا اثر عیسیٰ اور سینٹ پال کی نسبت زیادہ ہے۔

(The 100 A ranking of the most influential persons in history by Michael H. Hart page 38-39 New York 2008)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قُویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ عِلماً وعَملاً و صِدقاً وَ ثَباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین، جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداءِ دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَ اٰلِه...'' (اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو حقیقی طور پر اپنے اوپر لاگو کرنے والا بنائے اور اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے جس کو لے کر آپ اٹھے تھے اور وہ اُسوہ ہم میں سے ہر ایک اپنے میں قائم کرنے کی کوشش کرے جس کو دیکھتے ہوئے غیروں کو بھی اور یہ جو نیک فطرت لوگ تھے ان کو بھی یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ آپ کا ہر فعل اور قول صدق اور سچائی کی ایک مثال تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق، اس پیارے مسیح کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں اور اپنی تمام تر طاقتیں صرف کر دیں تا کہ جلد سے جلد دنیا کو حقیقی اسلام اور احمدیت کے جھنڈے تلے لے آئیں اور ہر جگہ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ یہی ایک چیز ہے جس سے دنیا کی بقا ہے ورنہ دنیا جس تیزی سے ہلاکت کی طرف جا رہی ہے اب اس کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ جتنے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ اعتراض کرنے والے ہیں اگر امن چاہتے ہیں، دنیا کی بقا چاہتے ہیں، دنیا کو ہلاکت سے بچانا چاہتے ہیں تو ان کو بہرحال اس تعلیم پر عمل کرنا پڑے گا اور اس جھنڈے تلے آنا پڑے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے اور آپ کی تعلیم ہے۔

اب دعا کے بعد جلسہ اختتام کو پہنچے گا۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آجکل عالم اسلام بڑی مشکلات میں ہے تو یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر شر سے بچائے اور ان کی لیڈرشپ کو بھی عقل دے کہ وہ صحیح فیصلے کرنے والے ہوں اور اپنے ذاتی مفادات کی خاطر مسلمان اُمّت کے مفادات کو قربان نہ کرنے والے ہوں۔

اسی طرح اب بہت سارے واپس جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی خیریت سے لے کر جائے اور سفر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اب دعا کرلیں۔

دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایک منٹ ذرا ٹھہر جائیں۔ حاضری بھی آپ کو بتادوں اس کے بعد نعرے لگالیں۔ اس سال کی جو ٹوٹل حاضری ہے وہ ہے انتیس ہزار آٹھ سو اٹھانوے (29898) اور اکاسی (81) ممالک کے لوگ شامل ہوئے ہیں۔ اور گزشتہ سال یہ پچیس ہزار دو سو (25200) تھی۔ اس سال چار ہزار زائد ہے۔ اور بھی اللہ کے فضل سے پاکستان سے تین ہزار سے اوپر مہمان آئے ہیں۔ الحمد للہ۔ اور سب سے زیادہ جرمنی کے چار ہزار سے اوپر ہیں۔ ہاں جی اب لگالیں نعرے۔

☆☆☆

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ از صفحہ 18

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ از صفحہ 18

تھا۔ جبکہ ہندوستان کے وائسرائے کرزن کا خیال تھا کہ وہ معاہدہ امیر عبدالرحمٰن کی ذات سے تھا اور نئے امیر کے ساتھ نیا معاہدہ کیا جائے گا۔ اس غرض کے لئے لارڈ کرزن نے امیر حبیب اللہ کو ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ لیکن امیر اُس وقت افغانستان چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔

چنانچہ یہ بات اَور زیادہ حیرت میں ڈالتی ہے کہ اس پس منظر میں امیر حبیب اللہ ہندوستان کی حکومت سے یہ لایعنی فرمائش کریں کہ ایک احمدی کو سنگسار کرانے پر اُس کے خلاف مضمون لکھنے کے خلاف انگریز حکومت قانونی کارروائی کرے۔ یہ تو صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ ہندوستان کی حکومت کے کچھ عناصر امیر کو یہ تأثر دے رہے ہوں کہ اگر وہ اس قسم کا خط لکھ دے تو اس پر غور کیا جائے گا۔

یہ معمہ بھی حل طلب ہے کہ صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت جولائی 1903ء میں ہوئی تھی اور اکتوبر 1903ء میں ''تذکرۃ الشہادتین'' شائع ہو چکی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف امیر حبیب اللہ نے جو درخواست کی تھی اُس پر غور اپریل 1904ء میں کیوں ہوا۔ اپریل 1904ء میں کیا ہندوستان کی حکومت میں کوئی تبدیلی آئی تھی جس وجہ سے اس بات پر غور شروع کیا گیا ہو۔

دراصل اپریل 1904ء میں لارڈ کرزن کچھ ماہ کی رخصت پر واپس برطانیہ گئے تھے اور اُن کی جگہ پر Oliver Villiers Russell (2nd Baron Ampthill) نے قائم مقام وائسرائے کی حیثیت سے کام شروع کیا تھا اور وہ اس منصب پر دسمبر 1904ء تک کام کرتے رہے۔ وہ اصل میں صوبہ مدراس کے گورنر تھے۔ Eton اور آکسفورڈ میں تعلیم پائی۔ 1900ء میں مدراس کے گورنر بنے۔ اُن کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ آکسفورڈ کے زمانہ طالب علمی میں ہی فری میسن تنظیم کے رُکن بن چکے تھے اور آپ نے اس تنظیم میں نمایاں ترقی کی۔ گورنرشپ کے دوران 1901ء سے 1906ء تک فری میسن مدراس کے گرینڈ ماسٹر تھے۔ بعد میں انگلستان میں Pro Grand Master کے منصب پر کام کرتے رہے۔ وہ اپریل 1904ء سے دسمبر 1904ء تک قائمقام وائسرائے رہے اور اس عرصہ میں افغانستان کے ساتھ کشیدگی کم کرنے کی خاص کوشش کی گئی۔ اسی دَور میں امیر حبیب اللہ نے برطانوی حکومت سے دوستی قائم رکھنے کی خاطر سیستان میں حدبندی کے لئے برطانوی ثالثی کو قبول کیا تھا۔ نیز قائم مقام وائسرائے نے نومبر 1904ء میں اپنے خاص سفیر Dane کو کابل بھجوایا تھا۔ اس خاص سفیر نے امیر حبیب اللہ سے مذاکرات کا آغاز کیا اور جلد ہی دوستی کی فضا اتنی بڑھ گئی کہ امیر حبیب اللہ نے یہ ہوّنق قسم کی پیشکش بھی کرڈالی کہ افغانستان اور برطانیہ مل کر افغانستان کی زمین استعمال کرکے روس پر حملہ کر دیں۔ 14 دسمبر کو برطانوی سفیر کے ساتھ امیر حبیب اللہ نے ایک خاص دربار منعقد کیا۔ امیر حبیب اللہ نے کچھ مشترکہ منصوبوں کی پیشکش بھی کی۔ لیکن جب ہندوستان میں امیر حبیب اللہ کی تجاویز کو زیرِ غور لانے کا مرحلہ آیا تو لارڈ کرزن واپس آکر پھر وائسرائے کا منصب سنبھال چکے تھے۔ انہوں نے یہ کہہ کر امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ اس سفیر کے کابل جانے کا مقصد یہ تفاصیل طے کرنا نہیں تھا۔ جب امیر حبیب اللہ ہندوستان کے دورہ پر آئیں گے تو اُن کی تجاویز پر غور کیا جائے گا۔

1905ء میں ہی حالات نے ایک اور رُخ اختیار کیا جب لارڈ کرزن اور ہندوستان کی افواج کے کمانڈر انچیف کچنر کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوئے۔ جب مرکزی حکومت نے مکمل طور پر لارڈ کرزن کی رائے تسلیم نہیں کی تو لارڈ کرزن مستعفی ہوگئے۔ کچنر (Kitchner) صرف ہندوستان کی افواج کے کمانڈر انچیف ہی نہیں تھے بلکہ فری میسن تنظیم کے نمایاں رکن بھی تھے اور پنجاب کے گرینڈ ماسٹر تھے۔

پھر لارڈ منٹو کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کیا گیا جو کینیڈا کے گورنر رہ چکے تھے اور وہ بھی فری میسن تنظیم کے رکن تھے۔ لارڈ منٹو کے ابتدائی چند ماہ میں ہی یعنی اوائل 1906ء میں، امیر حبیب اللہ نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ سرحد پر ان کا استقبال Macmohan نے کیا جو کہ خود فری میسن تنظیم کے رکن تھے اور اُن کے بقول امیر حبیب اللہ نے اُن سے بار بار فری میسن تنظیم کا رُکن بنائے جانے کے لئے اصرار کیا۔ اس سے پہلے بھی امیر حبیب اللہ اس تنظیم کے بارے میں کافی علم رکھتے تھے اور بعض فری میسن احباب سے ملاقات کر چکے تھے اور اُن کے مداح تھے۔ چنانچہ کچنر نے جو پنجاب کی فری میسن کے گرینڈ ماسٹر تھے، امیر حبیب اللہ کو فری میسن بنانے کی اجازت ڈیوک آف کوناٹ (Duke of Connaught) سے حاصل کی جو اپنے بھائی ایڈورڈ ہفتم کے بادشاہ بننے کے بعد انگلستان کی فری میسن یونائٹڈ گرینڈ لاج کے گرینڈ ماسٹر تھے۔ چنانچہ امیر حبیب اللہ کو 2 فروری 1907ء کو خفیہ طور پر فری میسن تنظیم کا رکن بنایا گیا۔ (امیر حبیب اللہ کے انگریز حکومت سے تعلقات اور فری میسن بننے کی تفصیلات کے لئے درج ذیل کتاب انٹرنیٹ پر ملاحظہ کریں An Account of Entry of H.M. Habibullah Khan into Freemasonry - by Macmohan 1907)

1919ء میں امیر حبیب اللہ اپنے انجام کو پہنچا اور اس کو قتل کر دیا گیا اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کے خلاف سازش کرنے والے تمام کردار اپنے بدانجام کو پہنچے۔

پس اگرچہ اُس وقت حکومت کی طرف سے عملاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف کوئی کارروائی شروع نہیں ہونے پائی تھی لیکن یہ حقائق اس وقت جماعت احمدیہ کے علم میں نہیں تھے کہ امیر حبیب اللہ کی خواہش ہے کہ انگریز حکومت کے تعاون سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف سازش کی جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں تو تھے۔ ہندوستان کی حکومت کی سطح پر یہ غور اپریل 1904ء میں کیا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ امیر حبیب اللہ کی درخواست اور اس پر ابتدائی کارروائی اس سے قبل ہوئی تھی۔ جب ہم اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا جائزہ لیتے ہیں تو مندرجہ ذیل الہامات مارچ، اپریل 1904ء میں ہوئے تھے۔

- 27 مارچ 1904ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا: ''بادشاہ وقت پر جو تیر چلاوے۔ اسی تیر سے وہ آپ مارا جاوے۔''
- 31 مارچ 1904ء کی رؤیا ہے: خواب میں دیکھا کہ میں آگ کے پاس کھڑا ہوں اور دامن میرا آگ میں پڑ گیا مگر آگ اس کو چھو بھی نہیں گئی۔ بعد اس کے الہام ہوا: ''خدا کا فضل۔ خدا کی رحمت''۔
- 12 اپریل کو الہام ہوا:

اَجَرتُ مِنَ النَّار

(ترجمہ: میں نے آگ سے بچالیا)۔

- 28 اپریل 1904ء کو فارسی کا یہ الہام ہوا:

''امن است در مکان محبت سرائے ما''۔

(ترجمہ: ہمارا مکان جو ہماری محبت سرائے ہے اس میں ہر طرح سے امن ہے۔)

یہ الہامات ظاہر کر رہے تھے کہ دشمن خواہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو، کتنی ہی گہری سازش کیوں نہ کرلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کرے گا اور دشمن بالآخر ناکام و نامراد ہوگا۔

...❁...❁...❁...

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ براہ کرم ان منتخب مضامین سے استفادہ کی صورت میں ’’الفضل انٹرنیشنل‘‘ کے اس کالم کا حوالہ ضرور دیں۔

....

حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف امیر حبیب اللہ کی ناکام سازش

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ یکم جون 2012ء میں مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے ایک تحقیقی مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی شہادت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف بنائی جانے والی ایک سازش کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

جب افغانستان اور ہندوستان کے درمیان حد بندی یعنی ڈیورنڈ لائن کے تعیّن کے لئے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب افغانستان کی سرحد پر تشریف لائے تو اس موقع پرٹل کے مقام پر کسی شخص نے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ کتب دیں۔ آپ یہ کتب لے کر اپنے گاؤں سید گاہ (خوست) تشریف لائے اور اپنے شاگردوں میں اس بات پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں اسی کا انتظار تھا۔ اس مجلس میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھی موجود تھے جنہوں نے قادیان جا کر تحقیق کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اُن کو قادیان بھجوایا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں قادیان حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے 1897ء میں ’’انجام آتھم‘‘ شائع کی اور اس میں شامل 313 صحابہ کے اسماء میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کا نام بھی درج فرمایا۔ وہ دو یا تین مرتبہ قادیان آئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن کی حکومت میں ملازم تھے۔ امیر کے پاس اِن کی شکایت کی گئی تو امیر عبدالرحمٰن نے اِن کی گرفتاری کا حکم گورنر خوست کو دیا۔ اس پر آپؓ چھپ گئے۔ پھر آپؓ کے اموال کی ضبطی اور آپؓ کے اہل و عیال کو کابل بھجوانے کا حکم دیا گیا۔ اس پر عملدرآمد ہوا تو آپؓ خود کابل جا کر امیر کے پاس پیش ہوگئے۔ امیر نے آپؓ سے غیر علاقہ میں جانے کا سبب پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ سرکار کی خدمت کے لئے قادیان گیا تھا اور جس شخص نے مسیحیت کا دعویٰ کیا ہے اس کی کتابیں اپنے ساتھ لایا ہوں۔ امیر نے آپؓ سے کتابیں لے لیں اور آپؓ کو جیل بھجوادیا۔ اور پھر جیل میں ہی ڈیڑھ دو ماہ بعد منہ پر تکیہ رکھ کر سانس بند کر کے 20 جون 1901ء کو آپؓ کو شہید کردیا گیا۔

اس کے بعد یہ خبریں ملیں کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کے بارے میں بھی مخالفانہ رپورٹیں امیر عبدالرحمٰن کے پاس کی گئی ہیں تو حضرت صاحبزادہ صاحب کچھ لوگوں کے مشورے پر کابل میں امیر عبدالرحمٰن کے دربار میں چلے گئے۔ امیر آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور آپ سے کہا کہ آپ کے متعلق کچھ رپورٹیں آئی تھیں لیکن مَیں نے انہیں نظرانداز کر دیا اور میں آپ کے آنے سے بہت خوش ہوا ہوں۔ پھر لوگوں کے مشورہ کے مطابق آپؓ امیر سے اجازت لے کر کابل میں ہی رہنے لگے۔

اُس وقت تک امیر عبدالرحمٰن کی گاؤٹ کی بیماری اتنی بڑھ چکی تھی کہ وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور تھا اور کمرے میں بھی ملازم ہی اُسے اُٹھا کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے۔ 1901ء کے موسم بہار میں اُسے فالج کا حملہ ہوا تھا جس کے بعد بسااوقات اُس کا ذہن بھی صحیح طرح کام نہیں کرتا تھا اور اس ذہنی حالت کی وجہ سے قریبی مصاحب اپنے من مانے فیصلے بھی کرا لیتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کی شہادت کا واقعہ بھی اسی دَور کا ہے۔ آخری دنوں میں امیر عبدالرحمٰن کی ٹانگوں میں گینگرین ہوگئی تھی جس کے تعفّن کی وجہ سے قریب کھڑا ہونا دوبھر تھا۔ امیر کی اس آخری بیماری میں اُس کی خواہش کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحبؓ اُس سے ملنے اکثر بالا باغ میں اس کے محل جاتے تھے۔ ایک دن جب آپؓ اس سے مل کر آئے تو فرمایا: امیر سخت بیمار ہے، اچھا ہے چلا ہی جائے اس طرح لوگ اس کے مظالم سے محفوظ ہوجائیں گے۔

یکم اکتوبر کو آپؓ محل میں گئے اور فوراً باہر آ گئے اور سید احمد نور صاحب کو فرمایا کہ امیر فوت ہوگیا ہے۔ اس وقت امیر کی موت کی خبر کو جانشینی پر تنازع کے ڈر سے خفیہ رکھا گیا تھا۔ جب بالا باغ میں امیر حبیب اللہ کی جانشینی کا اعلان کیا گیا تو رواج کے مطابق وہاں پر موجود عمائدین نے حبیب اللہ کی بیعت کی۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو بیعت کے لئے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس شرط پر بیعت کروں گا کہ آپ اقرار کریں کہ آپ شریعت کے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔ جب حبیب اللہ نے اس بات کا اقرار کیا تو آپ نے بیعت کی۔ اس کے بعد آپؓ نے امیر حبیب اللہ کو شاہی دستار باندھی۔ جب دو تین بَل رہ گئے تو قاضی القضاۃ نے عرض کی باقی میرے لئے رہنے دیں تا کہ میں بھی برکت حاصل کروں۔ چنانچہ باقی دستار اُس نے باندھی۔ پھر دربارِ عام میں امیر حبیب اللہ کی تاجپوشی اُس کے بھائی سردار نصراللہ نے 3؍اکتوبر کو کی۔

اُس وقت قادیان میں یہ منظر تھا کہ گو کہ خطبہ الہامیہ 1901ء میں پڑھا گیا تھا مگر اُن دنوں حضرت مسیح موعودؑ اس کے حاشیہ کی تصنیف میں مصروف تھے۔ ابھی حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کی شہادت کی اطلاع قادیان نہیں پہنچی تھی کہ 30 ستمبر کی رات کو تقریباً 12 بجے حضرت امّاں جانؓ نے ایک رؤیا دیکھی اور حضرت مسیح موعودؑ سے بیان کی۔ جب آپؑ نے اس پر توجہ فرمائی تو آپؑ کو القاء ہوا کہ ہزار سالہ موت کے بعد اب جو احیاء ہوا ہے اس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔ جیسے خدا نے مسیح کو بِن باپ پیدا کیا تھا یہاں مسیح موعود کو بلاواسطہ کسی استاد یا مُرشد روحانی کے زندگی عطا فرمائی۔

پھر جب آپ نے توجہ فرمائی تو ذرا سی غنودگی کے بعد الہام ہوا: ’’فری میسن مسلّط نہیں کئے جائیں گے کہ اس کو ہلاک کریں‘‘۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ فری میسن کے متعلق میرے دل میں گزرا کہ جن کے ارادے مخفی ہوں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں غرض یہ کیسی لطیف بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں عظیم الشان بشارت اور پیشگوئی رکھ دی۔ لوگ ہمارے قتل کے ارادے کریں گے مگر خدا تعالیٰ ان کو ہم پر مسلّط نہیں کرے گا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کو فری میسن کے بارہ میں مذکورہ الہام ہوا تو اس کے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر وہ شخص افغانستان کا فرمانروا بن گیا جس نے بعد میں احمدیت کی مخالفت میں انتہائی اقدامات اٹھانے تھے۔ اور فری میسن تنظیم میں بھی شمولیت اختیار کرنی تھی۔

یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ اس الہام سے کچھ ماہ قبل جنوری 1901ء میں ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہوتا ہے اور ان کی جگہ ایڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوتے ہیں۔ ایڈورڈ ہفتم فری میسن تنظیم کے سرگرم رکن تھے اور ان کی زندگی میں چند سنجیدہ چیزوں میں سے ایک اُن کی فری میسن تنظیم سے وابستگی تھی۔ اپنی تخت نشینی تک وہ انگلستان کی یونائیٹڈ گرینڈ لاج کے گرینڈ ماسٹر رہے تھے۔ جب انہوں نے ولی عہد کی حیثیت سے ہندوستان کا دورہ کیا تھا تو امرتسر آ کر مقامی عیسائیوں کی ایک بڑی تقریب میں شرکت کی تھی۔ یہ تقریب رابرٹ کلارک کے گھر پر منعقد ہوئی تھی۔ ہنری مارٹن کلارک جس نے بعد میں حضرت مسیح موعودؑ پر اقدامِ قتل کا جھوٹا مقدمہ کیا تھا وہ اسی رابرٹ کلارک کا لَے پالک تھا۔ اس موقعہ پر جن لوگوں نے ولی عہد کو ایڈریس پیش کیا تھا ان میں ایک عبداللہ آتھم بھی تھا۔

اگرچہ امیر حبیب اللہ کے حکم سے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کو جولائی 1903ء میں سنگسار کیا گیا لیکن فری میسن کے بارہ میں ہونے والے الہام کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہ کے خفیہ بدارادے حضرت مسیح موعودؑ کی جان پر حملہ کرنے کے بارہ میں بھی ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ناکام کردے گا۔

حضرت سید ناظر حسین صاحبؓ ساکن کالووال ضلع سیالکوٹ نے اگست 1903ء میں قادیان جا کر بیعت کی۔ اُس وقت تک حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی شہادت کی خبر قادیان پہنچ چکی تھی اور یہ بات مشہور تھی کہ امیر حبیب اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کو قتل کرانے کے لئے بعض آدمی بھجوائے ہیں اور آپؑ کی ہدایت پر احتیاطاً دو آدمی رات کو پہرے کے لئے ڈیوڑھی پر سوتے تھے۔ خود ناظر حسین صاحبؓ نے بھی ایک دن یہ ڈیوٹی دی تھی۔

برٹش لائبریری میں موجود ہندوستان کی حکومت کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے 1904ء کے ریکارڈ میں درج ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی عظیم قربانی کے بعد کسی وقت امیر حبیب اللہ نے ہندوستان کی برطانوی حکومت کو درخواست کی تھی کہ حکومت حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف قانونی قدم اُٹھائے کیونکہ آپؑ نے اپنے ایک پیروکار کے سنگسار ہونے پر امیر حبیب اللہ کے خلاف ’’اخبار عام‘‘ میں ایک ہتک آمیز مضمون شائع کرایا ہے۔ چنانچہ اپریل 1904ء میں ہندوستان کی حکومت کے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے اس درخواست پر غور بھی کیا تھا کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اس ضمن میں کوئی قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے یا نہیں۔

لیکن حقائق کئی پہلوؤں سے بہت حیران کن ہیں کیونکہ جماعتی ریکارڈ کے مطابق اس وقت اس موضوع پر حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی مضمون اخبار عام میں شائع نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس بارے میں ’تذکرۃ الشہادتین‘ تصنیف فرمائی تھی لیکن اس کتاب میں یا اِس موضوع پر ’الحکم‘ میں چھپنے والے مضمون میں کسی بھی پہلو سے امیر حبیب اللہ کے بارے میں کوئی ایسا لفظ نہیں تھا جس پر قانونی چارہ جوئی کا کوئی بھی امکان ہو۔ زیادہ سے زیادہ امیر حبیب اللہ کے بارہ میں ’’اور ایک ذرّہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا‘‘ کے الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔

اُس وقت یہ حقائق سب کے علم میں تھے کہ امیر حبیب اللہ نے محض عقائد کی بِنا پر حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو سنگسار کرایا تھا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے جو بھی تحریر اس کے بعد سامنے آئی وہ اس کے ردّعمل کے طور پر تھی۔ ایک طرف تو ایک شخص کو اس ظالمانہ طور پر قتل کرایا جاتا ہے اور پھر نازک مزاجی کا یہ عالم ہے کہ اگر اس پر کوئی کچھ لکھ دے تو قانونی چارہ جوئی کا خیال دماغ پر سوار ہو۔ اور یہ بات مزید حیرت میں ڈالتی ہے کہ اس وقت حکومت کے ایک حصے نے اس درخواست پر غور بھی شروع کر دیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کوئی کارروائی ہوسکتی ہے کہ نہیں۔ تاہم یہ سب کارروائی خفیہ کی جارہی تھی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ امیر حبیب اللہ اور ان سے قبل امیر عبدالرحمٰن بھی برطانوی حکومت سے باقاعدہ سالانہ وظیفہ لیتے رہے تھے لیکن جن دنوں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سنگسار کیا گیا تو اُس وقت امیر حبیب اللہ اور ہندوستان کی برطانوی حکومت کے تعلقات میں بظاہر کشیدگی تھی۔ یہ معلوم نہیں کہ صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت اور اپریل 1904ء کے درمیان کب امیر حبیب اللہ نے ہندوستان کی حکومت سے درخواست کی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کارروائی کی جائے لیکن جب اپریل 1904ء میں اس درخواست پر غور ہوا ہے تو اس کے بعد بڑی تیزی سے امیر حبیب اللہ اور برطانوی حکومت کے درمیان گرمجوشی اور دوستی بڑھنے لگی۔

امیر حبیب اللہ کی برطانوی حکومت کے ساتھ تناؤ کی وجہ یہ تھی کہ امیر حبیب اللہ کا نظریہ یہ تھا کہ اُس کے والد امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ ہندوستان کی برطانوی حکومت کا جو دوستی کا معاہدہ تھا اور جس کے تحت امیر عبدالرحمن برطانوی حکومت سے وظیفہ بھی پاتا تھا، وہ بدستور قائم ہے کیونکہ وہ دو حکومتوں کے درمیان معاہدہ

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 28 جون 2012ء میں مکرم محمودالحسن صاحب کی ایک غزل شامل اشاعت ہے۔ اس غزل میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

دیوار کے بغیر بھی، در کے بغیر بھی
اہلِ جنوں تو شاد ہیں گھر کے بغیر بھی
اِک عمر کٹ گئی ہے اسی انتظار میں
دیکھیں کہیں بشر کوئی شر کے بغیر بھی
یہ راز بھی ہے نکتۂ لَولاک میں نہاں
کارِ جہاں چلا نہ بشر کے بغیر بھی
ایسے بھی سادہ لَوح زمانہ میں ہیں کہ جو
منزل کو ڈھونڈتے ہیں سفر کے بغیر بھی
وہ لوگ بھی تو قابلِ تعریف ہیں کہ جو
اہلِ نظر بنے ہیں نظر کے بغیر بھی
محمودؔ لب پہ میرے تبسم ہے دل میں درد
ڈوبا ہوا ہوں دیدۂ تر کے بغیر بھی

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

June 22, 2018 – June 28, 2018

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday June 22, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Dars-e-Malfoozat
00:55	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 9.
01:25	Ijtema Lajna Imaillah UK
02:25	In His Own Words
03:00	Spanish Service
03:35	Khazain-ul-Mahdi
04:05	Tarjamatul Qur'an Class
05:10	Importance Of Higher Education
05:40	Science Kay Naey Ufaq
06:00	Tilawat: Surah An-Nahl, verses 76-87.
06:10	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 10.
07:00	Islamic Jurisprudence
07:35	Zinda Log
08:00	Pakistan National Assembly 1974
09:05	Symposium Of Architects And Engineers
09:25	Annual Convention News Report
10:00	In His Own Words
10:35	Tasheez-ul-Azhan
11:00	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:30	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
12:00	Live Friday Sermon
13:00	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
13:30	Tilawat [R]
13:45	Noor-e-Mustafwi
14:05	Zinda Log [R]
14:30	Shotter Shondhane
15:30	Pakistan National Assembly 1974 [R]
16:40	Friday Sermon [R]
17:45	Noor-e-Mustafwi [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat: Surah Banee Israa'eel, verses 51-99.
18:30	Islamic Jurisprudence [R]
19:05	Annual Convention News Report [R]
19:35	Symposium Of Architects And Engineers [R]
20:00	Zinda Log [R]
20:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Friday Sermon: Recorded on June 22, 2018
22:40	Noor-e-Mustafwi [R]
22:55	Pakistan National Assembly 1974 [R]

Saturday June 23, 2018

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:45	Masjid Aqsa Qadian
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Symposium Of Architects And Engineers
02:00	Annual Waqfe Nau Ijtema Pakistan
02:30	In His Own Words
03:05	Islamic Jurisprudence
03:40	Dars-e-Hadith
04:00	Friday Sermon
05:10	Noor-e-Mustafwi
05:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
06:00	Tilawat: Surah An-Nahl, verses 88-99.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
07:05	Aao Urdu Seekhein
07:30	Science Kay Naey Ufaq
08:00	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on June 22, 2018.
10:10	In His Own Words
10:45	Dua-e-Mustaja'ab
11:10	Indonesian Service
12:15	Tilawat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Bangla Shomprochar
15:15	Islam Ahmadiyya In America
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat: Surah Muhammad, verses 1-39.
18:35	Aao Urdu Seekhein [R]
19:00	Islam Ahmadiyya In America [R]
19:30	Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:00	Huzoor's Jalsa Salana Address UK
21:05	International Jama'at News
22:00	Science Kay Naey Ufaq
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Life Of The Holy Prophet Muhammad

Sunday June 24, 2018

00:00	World News
00:25	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Jalsa Salana Address UK 2014
02:35	In His Own Words
03:10	Aao Urdu Seekhein
03:30	Science Kay Naey Ufaq
04:00	Friday Sermon
05:10	Islam Ahmadiyya In America
05:40	Life Of The Holy Prophet Muhammad
06:00	Tilawat: Surah An-Nahl, verses 100-114.
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 10.
06:55	Rah-e-Huda: Recorded on June 23, 2018.
08:30	Roots To Branches
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
10:15	In His Own Words
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on June 22, 2018.
14:10	Shotter Shondhane
15:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
16:30	In His Own Words [R]
17:00	Seekers Of Treasure
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat [R]
18:35	Story Time
19:00	Islamic Jurisprudence
19:35	Braheen-e-Ahmadiyya
20:10	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
21:20	In His Own Words
22:00	Ilmul Abdaan
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Roots To Branches [R]

Monday June 25, 2018

00:05	World News
00:25	Tilawat
00:40	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Yassarnal Qur'an
01:25	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
02:40	In His Own Words
03:20	Ilmul Abdaan
03:50	Friday Sermon
05:00	Braheen-e-Ahmadiyya
05:35	Roots To Branches
06:00	Tilawat: Surah An-Nahl, verses 115-129.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones
08:05	Seerat Hazrat Masih Ma'ood
08:25	Jalsa Salana Speeches
09:00	Huzoor's Mulaqat With AMWSA
10:25	Swahili Service
11:05	Friday Sermon: Recorded on January 12, 2018.
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:25	Al-Tarteel [R]
12:55	Friday Sermon: Recorded on July 20, 2012.
14:05	Bangla Shomprochar
15:10	Huzoor's Mulaqat With AMWSA [R]
16:35	International Jama'at News
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:35	Swedish Service
19:05	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
19:25	Jalsa Salana Speeches
20:00	Huzoor's Mulaqat With AMWSA [R]
21:30	Kasre Saleeb
22:10	Aao Urdu Seekhain [R]
22:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:35	Seerat Hazrat Masih Ma'ood [R]
23:55	World News

Tuesday June 26, 2018

00:20	Tilawat
00:40	Dars-e-Hadith
00:55	Al-Tarteel
01:25	Huzoor's Mulaqat With AMWSA
02:55	International Jama'at News
03:45	The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih III (ra)
03:55	Rencontre Avec Les Francophones
05:00	Aao Urdu Seekhein
05:25	Jalsa Salana Speeches
06:00	Tilawat: Surah Banee Israa'eel, verses 1-13.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 11.
06:55	Liqa Ma'al Arab: Session no. 102.
08:00	Story Time
08:15	Attractions Of Australia
08:45	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
10:00	In His Own Words
10:30	Annual Convention News Report
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on June 22, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
16:15	In His Own Words
16:50	Islamic Jurisprudence
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Rah-e-Huda: Recorded on June 23, 2018.
20:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
21:15	In His Own Words [R]
21:50	Maidane Amal Ki Kahani
22:25	Liqa Ma'al Arab [R]
23:30	Attractions Of Australia [R]

Wednesday June 27, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Dars-e-Hadith
00:55	Yassarnal Qur'an
01:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
02:45	In His Own Words
03:20	Islamic Jurisprudence
04:00	Liqa Ma'al Arab
05:10	Huzoor's Jalsa Salana Address Germany
06:00	Tilawat: Surah Banee Israa'eel, verses 14-27.
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 34.
07:00	Question And Answer Session
08:05	Seerat-un-Nabi
09:00	Huzoor's Jalsa Salana Address UK
10:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:00	Indonesian Service
12:05	Tilawat [R]
12:20	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on June 22, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Huzoor's Jalsa Salana Address UK [R]
16:30	One Minute Challenge
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:35	French Service
19:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
20:00	Huzoor's Jalsa Salana Address UK [R]
21:30	One Minute Challenge
22:30	Question And Answer Session [R]
23:35	Masjid Aqsa Qadian

Thursday June 28, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Jalsa Salana Address UK
02:45	Seerat-un-Nabi
03:35	Masjid Aqsa Qadian
04:00	Question And Answer Session
05:15	Kuch Yaadein Kuch Baatein
06:00	Tilawat: Surah At-Tawbah, verses 82-93.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
07:00	Tarjamatul Qur'an Class
08:05	Islamic Jurisprudence
08:40	Tasheez-ul-Azhan
09:00	In His Own Words
09:30	Baitun Naseer Mosque: Recorded on April 11, 2017.
10:30	Hijrat
11:05	Japanese Service
11:20	Pushto Muzakarah
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on April 27, 2018.
14:15	Islamic Jurisprudence [R]
14:55	In His Own Words [R]
15:30	Persian Service
15:55	Friday Sermon [R]
17:10	Seerat-e-Ahmad
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	Live Arabic Service
20:05	World News
20:30	Friday Sermon [R]
21:35	Seerat-e-Ahmad [R]
22:00	Tasheez-ul-Azhan [R]
22:25	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:30	Discover Alaska

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 25 | Friday 22 June 2018 | Issue No. 25

دنیا میں جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمائے ہمیشہ ان کی قوم نے ان کی مخالفت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ آخری نبی اور تمام دنیا اور ہر قوم کے لئے اور تا قیامت اور ہر زمانے کے لئے نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے تھے اس لئے آپ کی مخالفت صرف آپؐ کے زمانے تک محدود نہیں تھی۔ صرف مکہ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ آپ کے زمانے میں بھی مکہ سے نکل کر پورے عرب میں یہ مخالفت پھیل گئی تھی بلکہ اس سے بھی آگے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور آخری نبی ہیں اس لئے آپ کی مخالفت اور دشمنی بھی انتہا کی ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیشہ آپ کو دشمن کے ہر قسم کے وار سے محفوظ رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پہلے انبیاء نے بھی پیشگوئیاں فرمائی تھیں کہ وہ نبی کسی کے ہاتھوں قتل نہ ہوگا۔
ہر موقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھتے ہوئے دشمن کو ناکام و نامراد کیا۔

آپؐ ہی وہ آخری شرعی نبی ہیں جو تمام زمانوں اور قوموں کے لئے مبعوث کئے گئے۔ کسی اور مذہب کی اس طرح مخالفت نہیں ہوئی۔ کسی اور مذہب کے بانی کی اس طرح مخالفت نہیں ہوئی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور ہو رہی ہے۔ پس اس مخالفت سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ جتنی زیادہ یہ مخالفت ہوگی اتنا زیادہ اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلے گا۔ اس آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آپ کا وہ عاشق صادق بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کا پہلوان ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے جَرِیُ اللّٰہ کہا ہے۔

آج بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آسمان سے نشان ظاہر فرما رہا ہے

اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

بعض انصاف پسند غیر مسلم محققین و مصنفین کے ایسے بیانات کا تذکرہ جن میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو حقیقی طور پر اپنے اوپر لاگو کرنے والا بنائے اور اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے جس کو لے کر آپ اٹھے تھے اور وہ اُسوہ ہم میں سے ہر ایک اپنے میں قائم کرنے کی کوشش کرے جس کو دیکھتے ہوئے غیروں کو بھی اور یہ جو نیک فطرت لوگ تھے ان کو بھی یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ آپ کا ہر فعل اور قول صدق اور سچائی کی ایک مثال تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق، اس پیارے مسیح کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں اور اپنی تمام تر طاقتیں صرف کر دیں تا کہ جلد سے جلد دنیا کو حقیقی اسلام اور احمدیت کے جھنڈے تلے لے آئیں اور ہر جگہ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہرانے لگے۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 30؍جولائی 2006ء بروز اتوار سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حدیقۃ المہدی، آلٹن میں اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (آل عمران:82)

قرآن کریم جو آخری شرعی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی جو تمام نبیوں کے جامع اور خاتم ہیں ان پر اتارا ہے، ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا میں جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمائے ہمیشہ ان کی قوم نے ان کی مخالفت کی۔ چنانچہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا (الانعام:113)۔ یعنی اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ آخری نبی اور تمام دنیا اور ہر قوم کے لئے اور تا قیامت اور ہر زمانے کے لئے نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے تھے اس لئے آپؐ کی مخالفت صرف آپؐ کے زمانے تک محدود نہیں تھی۔ صرف مکہ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ آپ کے زمانے میں بھی مکہ سے نکل کر پورے عرب میں یہ مخالفت پھیل گئی تھی بلکہ اس سے بھی آگے۔ کیونکہ آپ نے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی دعوت اسلام دی تھی اس لئے بعض متکبر اور غرور بادشاہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کو نعوذ باللہ ختم کرنے کے لئے بڑا زور لگایا اور دشمنی کی انتہا کی۔ چنانچہ کسریٰ نے یمن کے گورنر کے ذریعہ سے آپ کے اس دعوت اسلام بھیجنے پر آپ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس کے کان میں کسی نے ڈال دیا کہ عرب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو اپنے آپ کو ہر چیز سے بالا سمجھتا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ جزء اول صفحہ 125 باب ذکر بعثۃ رسول اللہؐ الرسل بکتبہ ... الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء) تو بہر حال وہ تو اس میں کامیاب نہیں ہوا، نہ ہو سکتا تھا۔ یہ نبی تو اللہ تعالیٰ کا سب سے پیارا نبی تھا اور ہے کیونکہ آج بھی اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ تو بہر حال یہ اس کی کوشش تھی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان جنّ و اِنس کی شکل میں نبی کی مخالفت کرتے ہیں اور کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور آخری نبی ہیں اس لئے آپ کی مخالفت اور دشمنی بھی انتہا کی ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیشہ آپ کو دشمن کے ہر قسم کے وار سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:68)۔ یعنی اور اللہ تجھے لوگوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔

پس دیکھیں کہ مکہ کی ابتدائی زندگی سے لے کر فتح مکہ تک کیسے کیسے خطرناک حالات آئے بلکہ آپ کی زندگی کے آخری سانس تک مخالفت رہی۔ کھل کر یا چھپ کر آپ کے خلاف مخالفتوں کی اور دشمنیوں کی انتہا کی گئی۔ جنگ اُحد میں، جنگ حُنین میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمن کے نرغے میں آنے کے باوجود کیسے حالات سے محفوظ رکھا۔ جو دشمن آپ کو ختم کرنے کے درپَے تھے یا خود ختم ہو گئے یا آپ کی غلامی میں آنے کو فخر سمجھنے لگے۔ ایسی کایا پلٹی کہ جو آپ کے قتل کرنے کے لئے پھرتے تھے آپ کی حفاظت میں جان قربان کرنے کی آرزو رکھنے لگے۔ ایک طرف مخالفتیں بھی انتہا کو چلتی رہیں دوسری طرف جانثاروں کی جماعت بھی اپنی قربانیوں کی انتہا تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وعدے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں